Fikr-o-Nasar (Islamabad) 42:2 (2004)

وزیر / وزیری

گیارہویں صدی ہجری کے ایک تاتاری نژاد چینی شاعر کے حالات اور فارسی شاعری

ڈاکٹر عارف نوشاہی*

۱۹۷۸ء میں افغانستان میں سوویت یونین کی فوجی مداخلت نے جہاں ایک طرف وسیع انسانی آبادی کو ملک سے انخلا اور ہجرت پر مجبور کیا ، وہاں اُس کے کثیر الجہات منفی تہذیبی اثرات بھی مُلک پر پڑے۔ ایک بہت ہی محسوس کی جانے والی تباہی کتب خانوں اور ذخائر مخطوطات پر نازل ہوئی جس سے افغانستان کے سرکاری کتب خانے بھی محفوظ نہ رہ سکے اور وہاں سے نکالے جانے والے اور بعض دیگر ذاتی کتب خانوں کے قلمی نسخے ہمسایہ ملک پاکستان پہنچنے لگے اور یہاں ان کی کسی روک ٹوک کے بغیر خرید و فروخت ہونے لگی۔ چونکہ ابھی تک (اوائل ۲۰۰۱ء) افغانستان میں خانہ جنگی جاری ہے اور وہاں ایسے حالات پیدا نہیں ہو پائے جن میں کتب خانے اور تحقیقی ادارے پھر سے یکسوئی کے ساتھ علمی کام کر سکیں، لہذا وہاں سے مخطوطات کی منتقلی کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ افغانستان کی حکومتوں نے اِس ثقافتی ورثے اور علمی سرمائے کی بربادی سے کبھی تعرض نہیں کیا اور اس پر روک لگانے کے لیے کوئی انتظامی قدم نہیں اٹھایا۔ جو نسخے پاکستان پہنچتے ہیں ان میں سے کچھ یہاں کے ذاتی، سرکاری یا نیم سرکاری کتب خانوں میں کھپ جاتے ہیں، بقیہ دیگر ممالک کے کتب خانوں اور اداروں کو بیچ دیے جاتے ہیں جن میں ایران، سعودی عرب، ملائشیا اور برونائی دارالسلام وغیرہ شامل ہیں۔ حکومتِ پاکستان نے بھی نوادرات کی بیرون ملک منتقلی پر پابندی کے قانون کے باوجود ان نوادر کو ملک سے باہر جانے سے کبھی نہیں روکا۔ ایسی صورت حال میں واقفانِ حال اور محققین کی صداے احتجاج محض نقار خانے میں طوطی کی آواز ہے۔

مجھے مخطوطات کے علمی پہلو سے جو دل چسپی ہے، اس وجہ سے افغانستان سے پاکستان منتقل کیے جانے والے مخطوطات دیکھنے افغان کتب فروشوں یا پاکستانی خریداروں کے ہاں جاتا رہتا ہوں یا وہ ازخود مخطوطات کی قدر و قیمت جاننے کے لیے نسخے مجھے دکھا دیتے ہیں۔ افغانستان سے آنے والے کچھ نادر مخطوطات پر مقالے بھی لکھ چکا ہوں۔[۱] ۲۰۰۱ء کے اوائل میں وہاں سے ایک گوہر نایاب ''کلّیات وزیری'' پاکستان پہنچا ہے۔ یہ بھی وہاں کے شاہی اور قومی کتب خانے کا سرمایہ تھا۔ اب لاہور میں جناب خلیل الرحمان داودی[۲] کے پاس آیا ہے اور انہوں نے مجھے اس کا بالاستیعاب مطالعہ

☆ ادارۂ معارف نوشاہیہ، ۶۹ ماڈل ٹاؤن، ہمک، اسلام آباد

DMHL

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

کرنے کا موقع فراہم کیا جس کے لیے میں ان کا ممنون ہوں۔ آیندہ صفحات میں اپنا حاصلِ مطالعہ پیش کر رہا ہوں۔

کلّیات وزیری کے نسخے کے ظاہری کوائف حسب ذیل ہیں۔ حجم: ۸۱۶ صفحات یا ۴۰۸ ورق، ۱۸سطوری صفحہ تقطیع: ۲۷ × ۱۷ سنٹی میٹر؛ جلد: چرمی مضبوط، کاغذ: مٹیالا/خاکی؛ خط: معمولی نستعلیق، بلاتاریخ، بارہویں صدی ہجری کا معلوم ہوتاہے۔ نسخے کے ابتدا اور خاتمے پر کچھ یادداشتیں ہیں جن سے نسخے کے مختلف ادوار میں پرانے مالکوں کی نشان دہی ہوتی ہے۔ مثلاً نسخے کے آخری ورق (۴۰۶ب) پر یہ یادداشت: ''این کتابِ عوض خان بن قبادخان است، روز جمعہ خریدہ شد۔ مبلغ چہار روپیہ در نوشحر [کذا: نوشہر؟] در ۱۱۵۲ بوذ''۔ اِسی عوض خان نے نسخے کے شروع میں اپنی اکیس پشتوں کا شجرہ لکھا ہے۔ پوری تحریر اسی طرح ہے: ''نسب نامۂ عوض خان: عوض خان ابن قباد خان ابن خوجہ مرزا ابن خوجہ محمد مسحود [کذا] ابن محمد یوسف ابن امیر کو جکہ ابن حسن بن ملک اصل الدین حسین ابن ملک رئیس میرک ابن ملک محمد مسعود ابن مولانا محمود ابن ملک محمد قاسم زرین کمر ابن ملک شمس الدین حسین ابن ملک محمد حسین ابن ملک معز الدین حسین ابن ملک غیاث الدین حسین ابن محمو [د] ابن محمد ابن ہشام ابن حسین سلاطین کثرت مشحور [کذا: مشہور] بغور عراق عجم سلطان مشرقین شہنشاہ مغربین محمود بن محمد ہشام بن حسین۔ تحریراً فی التاریخ چہاردہ ماہ سفر [کذا: صفر] سنہ ۱۱۵۲ یادگاری تحریر نمودہ شد''۔ اسی عوض خان نے نسخے کے اوراق ۱۳۱ ب تا ۱۳۳ الف کے حاشیے پر کچھ اشعار نقل کیے ہیں اور آخر میں اپنا نام یوں لکھاہے: ''الٰہی خیر باد عاقبت در التاریخ [کذا] ۵۳ [۱۱] العبد عوض خان''۔ عوض خان کے طرزِ کتابت اورجُملہ بندی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی زیادہ تعلیم یافتہ شخص نہیں تھا۔ نسخے کے شروع یا آخر کے اوراق میں اپنے خاندان میں پیدایشوں اور اموات کی تاریخیں لکھ دی جاتی تھیں، اس نسخے کے شروع اورآخر میں بھی ایسی بہت سی یادداشتیں ہیں جو سب کی سب ولادت سے متعلق ہیں۔ میرا اپنا گمان یہ ہے کہ یہ عوض خان کے بیٹوں یا قریبی عزیزوں کی تاریخیں ہیں کیوں کہ یہ اُسی خط میں ہیں جس میں اس نے اپنے دستخط کیے ہیں، زمانہ بھی وہی ہے۔ کچھ یادداشتیں نقل کرتا ہوں:

۱۔ تولد شدن اسفند یار خان در بیست [و] ہفتم ماہ محرم شد [کذا] در تاریخ ۱۱۳۹۔
۲۔ تولد شدن شاہ سوار خان بتاریخ بیست نوہم [کذا: بیست و نہم] ماہ مبارکہ رمضان در ۱۱۵۲ بود۔
۳۔ تولد شدن شاہ نواز خان بتاریخ دہم ماہ مبارکہ رمضان ۱۱۵۷ بود۔
۴۔ تولد شدہ شاہ مغل بتاریخ پا نزدھم ماہ رجب بود در ۱۱۶۱۔

پہلے صفحے پر ایسی مزید سات تاریخیں ہیں۔ آخری صفحے پر جہاں عوض خان کی نسخہ خریدنے کی

یادداشت موجود ہے اس کے اوپر ایک اور یادداشت ہے: ''باز این کتاب را یار محمد خرید از اسفند یار [بہ] مبلغ چہار [و] نیم روپیہ در ۱۱۸۶ کاتب الحروف میر عبدالرحمان''۔ ممکن ہے یہ اسفند یار وہی ہو جو ۱۱۳۹ میں پیدا ہوا اور ہمارے گمان کے مطابق عوض خان کا بیٹا ہے اور عوض خان کی وفات کے بعد یہ نسخہ اس کی تحویل میں آیا ہو اور اُس سے عبدالرحمان نے خرید لیا ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ان ہاتھوں سے ہوتی ہوئی یہ کتاب بعد کے زمانوں میں کابل کے شاہی کتب خانے میں پہنچی جیسا کہ چند ایک مُہروں سے پتا چلتا ہے۔ مُہروں کی تفصیل حسب ذیل ہے:

ورق ۱ ب پر سیاہ روشنائی سے آٹھ کونوں والی ۱٫۷۵، ۱ × ۱٫۷۵ سنٹی میٹر کی یہ مہر ''مُہر کتاب خانۂ مبارکہ امیر عبدالرحمان''۔ یقیناً یہ افغانستان کے بارک زئی خاندان کا بادشاہ امیر عبدالرحمان ہے جس کا زمانۂ حکومت ۱۲۹۷-۱۳۱۹ھ ہے۔

ورق ۱ ب پر بنفشی روشنائی سے آٹھ کونوں والی ۲٫۵ × ۳٫۵ سنٹی میٹر کی یہ مُہر: ''کتابخانۂ ملّی دارالسلطنہ کابل ۱۲۹۸۔''

ورق ۲ الف اور ۳۹۷ ب پر پانچ کونوں (مستطیل مایل) والی مہر جو سیاہ روشنائی سے لگائی گئی ہے، سائز: ۲٫۵ ×۵، ۱ سنٹی میٹر، اس میں صرف ''للہ کتابخانۂ مبارکہ'' لکھا ہے۔ اسی عبارت کی ایک اور مہر لیکن بیضوی شکل کی اور سائز میں چھوٹی ۱٫۵ × ۱ سنٹی میٹر ورق ۱۴۰ الف اور ۲۱۷ الف پر ثبت ہے۔

ورق ۱۸۱ الف اور ۳۹۷ ب پر سیاہ روشنائی سے آٹھ کونوں والی ۱٫۷۵ × ۱٫۷۵ (پونے دو) سنٹی میٹر کی مہر جس میں '' للہ مہر کتاب خانۂ مبارکہ'' لکھاہے۔ کتاب خانۂ مبارکہ سے مراد وہی شاہی کتب خانہ ہے۔

عام طور پر شاہی کتب خانوں میں نفیس، مطلّا و مذہب اور خوشنویسی کے عمدہ نمونوں پر مشتمل نسخے داخل کیے جاتے تھے، لیکن ہمارے اس نسخے میں ایسی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ یہ محض اپنے متن یا مندرجات کے اعتبار سے اہم ہے۔

نسخے کے مندرجات:

پیش نظر مخطوطے میں وزیری— جس کے بارے میں ہم مضمون کے اگلے حصّے میں بات کریں گے— کا مختلف اصناف میں کلام درج ہوا ہے۔ نسخے کی جلد بندی کے وقت اوراق آگے پیچھے ہو گئے ہیں۔ خود کاتب نے بھی کسی ترتیب کو چنداں ملحوظ نہیں رکھا۔ موجودہ ترتیب کے مطابق ہم کلام اور

مندرجات کا تعارف کروا رہے ہیں:

ورق۱ ب تا ۱۹ ب: ردیف ہاے الف، ت، د، ر، ز، س، ش، ط کی بلا ترتیب چھہتر(۷۶) غزلیں؛

ورق ۲۰ ب: ایک مثنوی کے باقی ماندہ نو اشعار۔

پہلا شعر:

شیر دلی کو کہ درین راہ دور
گرم قدم ماندہ و باشد صبور

آخری شعر:

ما نظر العین الاّ غیرکم
اقسم باللہ و آیاتکم

اس مثنوی کا موضوع مندرجہ ذیل شعر سے متعین ہو سکتا ہے:

گفت وزیری سخن از حال عشق
سطر سخنہاش شدہ بال عشق

ورق ۲۰ الف تا ۲۱ ب: مثنوی داستان حقایق الاشیاء در بیان عرش، لوح وقلم و پیدایش۔

پہلا شعر:

ای خداوند عرش و لوح و قلم
جملہ آوردہ ای برون ز عدم

آخری شعر:

داستان عجب وزیری گفت
روز و شب دیدہ ھا ز فکر نخفت

مصنف نے یہ مثنوی اپنے بڑھاپے میں کہی ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل اشعار سے پتا چلتا ہے:

موی سر شد مرا چو برف سفید
بین کہ پیری بسر دو اسبہ رسید
در جوانی گرنختم چندان
کہ زگفتن نماند یک دندان

(۲۱ الف)

ورق ۲۱ ب تا ۲۵ الف: مثنوی ساقی نامہ و تعریف بادشاہان چغتی کہ در ملک ہندوستان گشتہ اند۔

پہلا شعر:

بدہ ساقی آن جام مستان مست
کہ چون چشم ساقی شوم مَی پرست

آخری شعر:

سما بر سہام و زمین بر تگرگ
بمیدان ز ہر سو بباربد مرگ

اس مثنوی میں پہلے ساقی نامہ ہے۔ پھر تیموری بادشاہوں کا ذکر اس ترتیب سے ہے: تیمور، شاہرخ، الغ بیگ، بابر اور بابر کی پانی پت کے میدان میں ابراہیم افغان کے ساتھ جنگ۔

ورق ۲۴ الف تا ۲۶ الف: مثنوی بلا عنوان در حال کواکب

پہلا شعر:

شد قلمم بلبل این بوستان
نغمہ سرا گشت بصد داستان

موضوع کی طرف اشارہ اس شعر میں ہوا ہے:

حال کواکب بکنم من بیان
ہست ز کوکب ہمہ سود و زیان

ورق ۲۶ الف تا ۳۲ الف: داستان جواب و سوال ابوزر جمہر [کذا: بزرجمہر]

پہلا شعر:

گفت بدانا چوا نوشیروان
گویی سخنہا تو ز نفع و زیان

آخری اشعار:

گفت وزیری سخنان عجب
تا کہ پسندند ہمہ اہل عرب
گفت بدیہہ ہمہ داستان
ماند سخنہاش بروی جہان

یہ داستان پہلے نثر میں تھی، وزیری نے اسے نظم میں منتقل کیا ہے:

نثر بُد این موعظہ ھا گشت نظم
خاطر من کردہ بگفتن چو عزم

(۳۱ ب)

اس میں بزرجمہر کی چالیس نصیحتیں ہیں:

ہست چہل موعظہ این داستان
می کنم اینک ہمہ را من بیان

(۲۶ الف)

ورق ۳۲ الف۔ ۳۳ الف: مثنوی بلا عنوان در وصفِ سخن

پہلا شعر:

شک نیاری تو در کلام خدا
ہست شکّاک کافرِ دو سرا

آخری شعر:

داستان عجب وزیری گفت
با زبان قلم گُہر ہا سُفت

اس مثنوی میں مصنف نے سخن یعنی شاعری کی عظمت بیان کی ہے اور اپنے بارے میں کہا ہے:

نام من زندہ از سخن شدہ است
سخنم شمع انجمن شدہ است
تا سخن ہست نامِ من باقیست
بزمِ عیش مرا سخن ساقیست

ورق ۳۳ب تا ۳۵ب: مثنوی بلا عنوان در شرح بروج دوازدہ گانہ

پہلا شعر:

نقش طرازندۂ این داستان
زد رقم صدق ز حال جہان

شاعر نے اس مثنوی میں بارہ بُرجوں کے کوائف بیان کیے ہیں:

شرح دھم باز ہمہ بُرجہا
حالت ہر یک بکنم من جدا

(۳۴ الف)

ورق ۳۶ الف یا ۶۶ ب: ردیف ہاے الف، ب، ت، ث، ج، ح، خ، د، کی بلا ترتیب غزلیں، حصّہ اول، درمیان اور آخر سے ناقص ہے۔

ورق ۶۷ الف: معراج نبوی کے بیان میں ایک مثنوی کے باقی ماندہ صرف تین اشعار:

شکر خدا کرد وزیری بجان
کرد چو معراج نبی را بیان
آن کہ ز معراج نبی منکراست
در نظر اہل یقین کافر است

ورق ۶۷ الف تا ۶۷ ب: قارون اور اس کے خزانے کے بارے میں مثنوی

پہلا شعر:

قصۂ قارون بشنو گنج او
از سبب گنج نگر رنج او

آخری شعر:

قصۂ قارون چو وزیری بگفت
تا گہر نظم خود الماس سُفت

ورق ۶۷ ب تا ۶۸ الف: قصۂ ابرہہ

پہلا شعر:

ابرھہ یک کافر بد بخت بود
عزم سواری سوی مکہ نمود

ورق ۶۸ الف تا ۷۰ ب: قصۂ ولادت حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام

پہلا شعر:

موسیٰ عمرانست کلیم خدا
قصۂ او گوش بکن ز ابتدا

آخری شعر:

گفت وزیر سخن از کلام
کرد چنین قصۂ موسی تمام

ورق ۷۰ ب تا ۷۲ ب: قصۂ حضرت ابراہیم خلیل اللہ و نمرود

پہلا شعر:

قصہ بشنو تو ز خلیل خدا
لطف خدا گشت باو رہنما

آخری شعر:

گفت چنین قصۂ مشکل وزیر
بندۂ مومن شو و یاد گیر

ورق ۷۲ ب تا ۷۳ الف : داستان درمعنی ایمان

پہلا شعر:

نکتۂ ایمان چو کنم من بیان
بندۂ مومن تو ہمین نوع دان

ورق ۷۳ الف تا ۷۴ ب : داستان رموز دنیا

پہلا شعر:

چار کس از نہ دہ چون آمدیم
چار تن القصہ برھنہ بُدیم

آخری شعر:

گفت وزیری سخنی از رموز
داشت چو در خاطر ویران کنوز

ورق ۷۴ ب ـ ۷۵ الف: موعظہ در بیان پیدایش عالم

پہلا شعر:

کرد خدا خلق یکی جوہری
تا بدر آرد ہم ازو گوہری

آخری شعر:

قصۂ ایجاد جہان کردہ ام
خلق چسان کردہ بیان کردہ ام

اس مثنوی میں شاعر نے یہ بیان کیا ہے کہ حق جلّ و علا نے محض اپنی قدرت اور حکمت سے اِس عالم بوقلمون کو کس طرح پیدا کیا ہے۔

ورق ۷۵ الف تا ۷۷ الف: قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام

پہلا شعر:

حکم قضا را نکند کس دگر
آنچہ مقدر شدہ آید بسر

ورق ۷۷ الف تا ۷۷ ب: داستان مہتر یونس علیہ السلام

پہلا شعر:

حکم قضا بین کہ بہ یونس چہ کرد
گردش این نہ فلک تیز کرد

ورق ۷۸ الف- ۷۹ ب: داستان سلطان سکندر ذوالقرنین رفتن بہ ظلمات بہ طلب آب حیات تا بیابد از دغدغۂ مرگ نجات۔

پہلا شعر:

بود یکی روز سکندر بخت [کذا]
ساختہ آمادہ ہمہ رخت و بخت

آخری شعر:

قصۂ یاجوج وزیری بگفت
گوہر معنی ہمہ در نظم سُفت

اس کے بعد پندرہ شعروں کا ساقی نامہ ہے۔

ورق ۸۰ الف-۸۰ ب : داستان در بیان خلقت ارواح و کیفیت آن

پہلا شعر:

قسم جہان آمدہ ملک و ملک
خود ملکوت آمدہ جان فلک

آخر سے ناقص ہے۔

ورق ۸۱ الف تا ۸۶ ب: حافظ شیرازی ، عبدالرحمان جامی اور قاسم (انوار) کے اشعار پر تضمینیں ہیں۔ ان تضمینات کا بقیہ ۹۳ الف پر ہے۔

ورق۸۷ الف: ایک مثنوی کے باقی ماندہ سولہ اشعار۔ آخری دو اشعار یہ ہیں:

تازہ کنم باز خیال سخن
شرح دہم قصۂ نو و کہن
قصہ کنم من ہمہ حالِ جہان
نام بنام از ہمہ اہلِ زمان

ورق ۸۷ الف تا ۸۸ الف: قصۂ مہتر نوح علیہ السلام

پہلا شعر:

نوح چو از قوم بسی دید رنج
ماند بسی چون بہ سرای سپنج

ورق ۸۸ الف تا ۸۹ ب: (قصہ سلیمان و ہد ہد)

پہلا شعر:

بود یکی ہدہد افلاک گرد
پر بسر و عمر صف [؟] رہ نورد

ورق ۸۹ ب تا ۹۱ الف: عشق کی تعریف میں اشعار

پہلا شعر:

بار امانت غرض از عشق دان
حامل این آدم خاکی بدان

آخری شعر:

ہمچو گل و لالہ بود رنگ رنگ
تا کہ بود گنبد فیروزہ رنگ

ورق ۹۱ الف تا ۹۲ الف: داستان انو شیروان

پہلا شعر:

بود یکی روزگہ نوشیروان
گشتہ بصحرا پی صیدی روان

ورق ۹۲ الف-۹۲ ب: تفسیر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا شعر:

معنی قرآن ھمہ در بسملہ است
معنی این نکتۂ بی مشکلہ است

آخر سے ناقص ہے۔

ورق ۹۳ الف تا ۹۶ب (ناقص): ورق ۸۶ ب کا بقیہ یعنی تضمینات ہیں۔

ورق ۹۷ الف: ایک مناجات (مثنوی) کے باقی ماندہ ۱۲ اشعار۔

ورق ۹۷ الف تا ۱۱۲ ب: مثنوی نامہ نوشتن سلطان سکندر ذوالقرنین بہ خاقان چین

پہلا شعر:

زبان برگشایم بحمد و ثنا
بہ درگاہ او پادشاہان گدا

آخری شعر:

وزیری چنین داستانی بگفت
گہرھای معنی سراسر بسُفت

اس مثنوی میں سکندر اور خاقان چین کے مابین ہونی والی جنگ کے واقعات بھی ہیں۔

ورق ۱۱۲ الف-۱۱۳الف: مثنوی بلا عنوان دربارۂ عدل سکندر

پہلا شعر:

بنام خدا ابتدا نامہ را
کنم تیز آنگہ سر خامہ را

یہ شاہنامۂ فردوسی کی طرز پر ہے جیسا کہ تیسرے شعر میں شاعر کہتا ہے:

کنم طرز شاہ نامہ را باز نَو
بیا چند بیتی زمن ہم شنو

ورق ۱۱۳ الف تا ۱۱۷ ب: مثنوی بلا عنوان

پہلا شعر:

زبان برگشایم بحمد خدا
کہ از لطف خود شد بخود رهنما

آخری شعر:

وزیری چنین داستانی بگفت
گہرھای معنی سراسر بسفت

ورق۱۱۷ ب تا ۱۲۰ الف: ایک بلا عنوان مثنوی ، تصوف اور فلسفے کے مضامین میں

پہلا شعر:

دیدۂ حق گشا و حق ببین
حق نبینی تاکہ بینی ما و طین

آخری شعر:

چار عقل دیگر آمد رهنما
هر یکی را هست یک کار جدا

ورق۱۲۰ الف- ۱۲۲ الف: داستان در بیان حقیقت وجود انسان

پہلا شعر:

بده باده حواس آراست یزدان
بہ پنج ظاهر و با پنج پنہان

آخری شعر:

وزیری داستان بوالعجب گفت
گہرھای معانی سربسر بسفت

یہ مثنوی، نظامی کی خسرو و شیرین کی زمین میں ہے۔
ورق ۱۲۲ الف تا ۱۲۷ الف: مثنوی در وصف دل

پہلا شعر:

دل کو ز عرفان درو نیست نور
بصد دور باشست از فیض دور [؟]

ورق ۱۲۷ الف - ۱۲۷ ب (ناقص): داستان موعظہ

پہلا شعر:

زر پرست و خود پرست و بُت پرست
در حقیقت ھر سہ از یک مادر است

ورق ۱۲۸ الف تا ۱۳۳ب: قصاید کا بقیہ حصہ ہے۔اس میں ایک قصیدہ خاقانی کے جواب میں ہے۔

پہلا شعر:

دامن افلاک سوزد آہ گردون سای من
سر فرو نارد بہ عالم ھمت والای من

ورق ۱۳۴ الف-۱۳۴ ب: ایک ناقص الطرفین مثنوی کے ۳۶ اشعار جس کے ہر ایک شعر میں ایک قصّے کی طرف اشارہ ہے۔

بہر بیت یک قصہ کردم ادا
چو لطف خدا شد بہ ما رھنما

اس کا سال تصنیف ۱۰۰۰ھ ہے۔

وزیری عجب داستانی بگفت
بدعوی گہرھای معنی بسفت
ز ہجرت فزون بود از الف سال
کہ شد بستہ این نخل بند خیال

(۱۳۴ ب)

ورق ۱۳۵ الف تا ۱۴۵ ب (ناقص): قصاید کا بقیہ حصّہ ہے۔ اس میں بعض قصاید خاقانی، انوری اور امیرخسرو کے جواب میں کہے گئے ہیں۔

ورق۱۴۶ الف تا ۱۴۷ب: ایک مثنوی کے باقی ماندہ اشعار

آخری شعر:

در زمین مثنوی کردم سخن
ای وزیری خود ز لطف ذوالمنن

ورق ۱۴۷ ب تا ۱۴۹ الف: داستان دویم شرح عقاید در بیان حدوثِ قدم

پہلا شعر:

حدوث جملہ عالم از قِدم شد
کہ عالم جملہ پیدا از عدم شد

ورق۱۴۹ الف تا۱۵۰الف: مثنوی درتوحید باری تعالی

پہلا شعر:

ای تو خلّاق کارگاہ وجود
می کنی ہست و می کنی نابود

ورق۱۵۰ الف تا ۱۵۱ب: مثنوی در تعریف عشق

پہلا شعر:

در ابجدِ عشق این سہ حرفست
از جملہ حروفہا شگرفست

ورق ۱۵۱ الف تا ۱۵۲ ب: حکایت شیخ صنعان

پہلا شعر:

شیخ صنعان در حریم کعبہ بُود
روز و شب اندر طوافِ عمرہ بود

آخری شعر:

پیرو عطّار شد بنگر وزیر
شد سخنہایش ازان رو دلپذیر

ورق ۱۵۲ ب تا۱۵۳ ب (ناقص): مثنوی داستان سوم

پہلا شعر:

خدایی کہ دو عالم کرد پیدا
شد از نابود عالمہا مہیّا

ورق ۱۵۴ الف تا ۲۴۰ ب: اس ناقص الطرفین اور پریشان حصّے میں غزلیں اور قصیدے ہیں اور ورق ۲۴۰ الف-۲۴۰ ب پر ایک ناقص الاوّل مثنوی کے اشعاربھی ہیں۔

ورق ۲۴۱ الف تا ۲۴۲ ب: انبیاء کے اسماء میں ایک مثنوی کے باقی ماندہ اشعارآخری شعر:

واقعۂ جملۂ پیغمبران
در روش نظم بکردم بیان

ورق ۲۴۲ ب تا ۲۴۴ الف: قصۂ جنگ اُحد

پہلا شعر:

قصۂ جنگ احد مصطفیٰ
گوش کن این قصہ بسمع رضا

ورق ۲۴۴الف تا ۲۴۵ ب: حکایت خیر و شر کہ ہر یک در خور نام خود از عالم نیکنامی و بدنامی بخود بردند۔

پہلا شعر:

ہست خدا خالق ہر خیر و شر
حکم قضا را نکند کس دگر

ورق ۲۴۵ الف تا ۲۴۷ب : (قصۂ موسی و عاج)

پہلا شعر:

حکم خدا شد بہ کلیم خدا
بود چو با خَلق خدا رہنما

یہ قصہ ۱۰۰۲ھ میں تصنیف ہوا جیسا کہ آخری شعر سے واضح ہوتا ہے:

در سنہ الف دو شد این تمام
قصۂ موسی است علیہ السلام

ورق ۲۴۷ الف تا۲۴۸ ب: مثنوی کی صورت میں ایک نوجوان کا مرثیہ جس کی وفات ۱۰۰۲ھ میں واقع ہوئی۔ اس مرثیے پر تبصرہ مضمون کے اگلے حصّے میں کیا جائے گا۔

پہلا شعر:

ای سرو بہار نوجوانی
رفتی تو ازین جہان فانی

ورق ۲۴۸ ب تا ۲۵۰ الف: مثنوی در قصۂ جنگ مہتر موسی با فرعون

پہلا شعر:

گشت یکی روز قضا جنگ جو
موسی و فرعون بہم رو برو

یہ قصہ ۱۰۰۲ھ میں لکھا گیا جیسا کہ آخری شعر میں بتایا گیا ہے:

بود ز ہجرت سنہ الف و دو سال
طبع من انگیخت ہزاران خیال

ورق ۲۵۰الف - ۲۵۰ب: قصہٴ مہتر سلیمان علیہ السلام و مور

پہلا شعر:

قصّہ یک مور و سلیمان شنو
می کنم این قصہٴ دیرینہ نو

ورق ۲۵۰ب تا ۲۵۲ ب (ناقص): ساقی نامہ

ورق ۲۵۳ الف - ۲۵۳ ب: مثنوی در تعریف شمایل سرور کاینات۔

ورق ۲۵۳ب تا ۲۵۸ الف: حکماء قدیم کی نصیحتوں پر مبنی ایک مثنوی بلاعنوان۔

پہلا شعر:

ہست سر جملہ چو لقمان حکیم
بود بحکمت ز ہمہ او عظیم

آخری شعر:

کرد چو احوال حکیمان بیان
کرد وزیری سخنان را عیان

یہ مثنوی اکبر بادشاہ کے عہد میں ۱۰۰۲ھ میں تصنیف ہوئی۔ یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

در سنہ الف دو این گفتہ شد
گوہر معنی ہمگی سُفتہ شد

بود بعہد شہ فیروز بخت
صاحب مُلک و حشم تاج و تخت

اکبر غازی شہ اقلیم گیر
بندہ ی او جملہ صغیر و کبیر

ورق ۲۵۸ الف - ۲۵۸ ب: قصہ حضرت موسی و جواب لن ترانی شنو دن از طور

پہلا شعر:

موسی عمران بہ سوی طور شد
طور ز سر تا بقدم نور شد

ورق ۲۵۸ب تا ۲۶۰ الف: نور نامۂ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم

پہلا شعر:

نور نبی از ہمہ نورہا
خَلق بشد در حرم کبریا

ورق ۲۶۰ الف تا ۲۶۶ب: مثنوی کی صورت میں تین مختصر داستانیں۔

ورق ۲۶۶ب تا ۲۶۹ الف: مثنوی جوہر عقل

پہلا شعر:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
سر سخن جملہ کلام قدیم

آخری دو اشعار:

جوہر عقل آمدہ نام کتاب
تا کہ بہ خوانندہ رساند ثواب
ہست وزیری ز ہمہ کم بدان
ماند ازو ہم سخنان در جہان

اس مثنوی میں شاعر نے ''سخن'' کی تعریف کی ہے۔

ورق۲۶۹ الف تا ۲۷۰ ب: مثنوی بلا عنوان در بیان خرقۂ اویس قرنی۔

پہلا شعر:

نظم کنم تذکرۃالاولیا
از مدد جُملہ و لطفِ خدا

آخری شعر:

بندہ وزیری ہم ازان جمع باد
خود بدہد لطف خدایش مراد

ورق ۲۷۰ ب تا ۲۷۴ ب: قصۂ حجاج و یزید و امام حسین / واقعۂ کربلا۔

پہلا شعر:

بود یکی ظالم حجاج نام
قصّۂ او را بشنو تو تمام

آخری اشعار:

گفت وزیری سخنان از سیَر
داد ز احوال جہان او خبر
کار جہان را سرو پایی مدید
دامن خود رفت ز دنیا کشید

ورق ۲۷۴ب تا ۲۷۶ب : مثنوی قصہَ جنگ خیبر کہ بہ چہ رنگ وعدہ رسید و چہ سان آن قلعہ بہ دست شاہ مردان شیریزدان مرتضی علی کرم اللہ وجہہ فتح شد۔

پہلا شعر:

حمد و ثنای تو ز حد بی قیاس
عاجزم از گفتن حمد و سپاس

آخری شعر:

ہر کہ ترا دوست بجان بندہ ایم
شکر وزیری بہ سخن زندہ ایم

اس کے بعد ۲۶ اشعار کی ایک مثنوی ہے جو شاید ما قبل اور ما بعدمثنوی کو جوڑنے کے لیے ہے۔

ورق ۲۷۷ الف تا ۲۷۸ب: (مثنوی در واقعہ فتح مکّہ)

پہلا شعر:

امر خدا شد بہ رسول امین
زود برو جانب یثرب(۳) زمین
فتح بکن مکّہ شو آنجا مقیم
ہست در این کار ثواب عظیم

آخری شعر میں سال تصنیف ۱۰۰۲ھ کی طرف بھی اشارہ ہے:

در سنہ الف دو شد این تمام
در روش نظم بہ شیرین کلام

ورق ۲۷۹ الف تا ۲۸۰ ب: مثنوی در تعریف سخن

پہلا شعر:

به شاہ سخن می کنم من نگین
سخن آفرینِ سخن آفرین

ورق ۲۸۰ ب تا ۲۸۱ ب: مثنوی در منقبت خواجہ حسن بصری

پہلا شعر:

خواجہ حسن عارف بصری لقب
تابع حکمش عجم و ہم عرب

ورق ۲۸۱ ب تا ۲۸۲ ب (ناقص) واقعات روز قیامت

پہلا شعر:

حال قیامت بکنم من بیان
یک بیک اینجا تو از ینجا بدان

ورق ۲۸۳ الف تا ۲۸۴ الف: غزلیات کا باقی حصہ اور ایک قصیدہ بجواب عصمت [بخاری]۔

ورق ۲۸۴ ب تا ۲۸۹ب: مثمن، رباعیات، مخمس غزلیات حافظ

ورق ۲۹۰ الف تا ۴۰۶ ب: اِسے ہم اِس کلّیات یا نسخے کا آخری حصّہ قرار دیتے ہیں جس میں معاصر بادشاہوں (اکبر، جہانگیر، شاہزادہ مراد) اور امرا (خان خانان) اور مناظر فطرت کی تعریف میں قصاید ہیں۔ ایک مناجات طلبِ باران کے لیے ہے۔ عمارات کی تعمیر کے کچھ قطعات ہیں۔ غزلیات اور حافظ کی غزلوں پر تضمینیں ہیں۔ ان مندرجات پر ہم مضمون کے اگلے حصے میں بحث کریں گے کیوں کہ اسی کلام سے شاعر کی زندگی پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔

مضمون کے اِس حصّے میں ہم پیش نظر مخطوطہ کی کتابت کے بارے میں بات کریں گے۔

(الف): کاتب نے واو پر ختم ہونے الفاظ کی اضافت بنانے کے لیے یاء کا استعمال کیاہے۔ جیسے:

خسروی غازی جلال الدین محمد اکبر است (۲۹۵ الف)

جو دراصل ''خسروِ غازی......'' ہے۔ اسی طرح:

پیروی عطار شد بنگر وزیر (۱۵۲ ب)

جو حقیقت میں ''پیروِ عطار......'' ہے۔ کاتب نے پورے نسخے میں ''پیروْ'' کی اضافت ''ی'' سے

بنائی ہے۔

(ب): کاتب کم سواد ہے اور اس نے بعض الفاظ غلط کتابت کیے ہیں۔ مثلاً: ابابیل کو عبابیل (۱۶۸الف) ثواب (بمعنی اجر) کو صواب (بمعنی صحیح) لکھا ہے، جیسے: نیکویی کردی بیابی تو صواب (۱۱۹-الف)، یابد ازین قصہ صواب عظیم (۲۵۳ب)، خواندن این ہست صواب عظیم (۲۶۰الف)؛ صلیب کو سلیب (۱۲۷ الف)، عزم کو عظم جیسے: عظم سواری سوی مکّہ نمود (۶۷ب)؛ نجم ثاقب کو نجم ساقب (۲۹۱ب)؛ ہبوط وصعود کو ہبوت وسعود (۱۳۵الف)، یثرب کو یسرب (۲۸۰ب)

(ج): نسخے کی فی صفحہ سطور کی تعداد مختلف ہے۔ کہیں اٹھارہ (ورق ۱۰۴) کہیں سولہ (ورق ۱۰۱)، کہیں بیس(۵۴ب)۔ اگر ہم فی صفحہ اوسط سطور اٹھارہ فرض کریں تو ۸۱۲ صفحات پر کل تقریباً ۱۴۶۱۶ سطور یا دوسرے الفاظ میں چودہ ہزار چھ سو سولہ ابیات درج ہوئے ہیں۔ لیکن ہمارے نسخے کے کاتب کے حواس کوئی زیادہ منظّم نہیں ہیں۔ کیوں کہ اس نے متعدد غزلیں اور قصیدے دو دوبار اور بعض تین تین دفعہ نقل کیے ہیں۔ اس اعتبار سے ''صافی'' اشعار کی تعداد کم کرنا پڑے گی۔ میں نے ایسی کم از کم ۲۹ غزلیں اور قصیدے تلاش کیے ہیں جو مکرر درج ہوئے ہیں۔ یہاں ان کی نشان دہی موجبِ طوالت ہو گی۔

اب ہم مقالے کے اہم ترین سوال پر توجہ مرکوز کرتے ہیں یعنی اس کلّیاتِ اشعار کا شاعر کون ہے؟

کلّیات کے مندرجات سے جنہیں ہم مقالے کے تیسرے حصّے میں نقل کرے آئے ہیں، دو باتیں مسلّم اور واضح ہیں۔ ایک شاعر کا تخلص اور دوسرا اس کا زمانۂ حیات۔ لیکن کلّیات میں کچھ اور مقامات بھی ہیں جو اس کے نام، نژاد، وطن، عقاید اور عہد کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔

شاعر کا نام:

ورق ۲۸۴ ب پر جو مثمن درج ہوا ہے، کاتب نے اس کا عنوان ''مثمنِ نواب وزیر خان'' لکھا ہے۔ ہمارا قیاس ہے کہ شاعر کا نام نواب وزیر خان ہے اور اسی مناسبت سے اس نے تخلص ''وزیر'' اور ''وزیری'' اختیار کیا ہے جس کی مثالیں مضمون کے اُسی حصے میں گذر چکی ہیں۔ البتہ بیشتر اشعار میں اس نے ''وزیری'' تخلص استعمال کیا ہے۔

وطن اور اصل:

شاعر نے اپنے ایک قصیدے میں جس کا مطلع یہ ہے:

دل مراست ز زلف تو صد پریشانی
عجب کہ حالِ دلِ خستہ را نمی دانی

اپنے اصل کی طرف اشارہ کیا ہے:

ز اصل خود سخن [کذا: سخنی] در قصیدہ می گویم
منم چراغِ شبستان چین ایلگانی

(۲۹۹ ب)

مصرعۂ ثانی میں چین اور ایلگانی کے الفاظ قابل توجہ ہیں۔ ایلگ خانی سلسلہ مدتوں کا شغر، ختن اور ماوراء النہر میں حکومت کرتا رہا ہے۔ ان کی حکومت ۳۱۵ھ سے کاشغر اور بلاسا غون میں شروع ہوتی ہے۔ بعد میں اس کی متعدد امارتیں بن گئیں۔ ۳۹۸ھ میں سلطان محمود غزنوی نے امرائے ایلگ خانی کو شکست دی۔ ۶۰۷ یا ۶۰۹ھ میں محمد خوارز مشاہ نے ماوراء النہر اور ترکستان میں سلسلۂ ایلگ خانی کی سلطنت ختم کی۔[۴] مذکورہ بالاشعر کو سامنے رکھیے اور اس شاعر کے قصیدہ بہ مطلع:

شرف بہ آدمی از علم و فضل و گفتار است
بہ ھر وجود خود این سہ صفت سزاوار است

کا ایک دوسرا شعر پڑھیے:

بشعر من ھمہ نقش بدیع ازچین است
منم ز چین و کنون زادِ من ز تاتار است

(۱۴۲ الف،مکرر۲۹۹الف–۳۰۰ب)

یہاں بھی وہ اپنے آپ کو چین کا قدیم باشندہ بتاتا ہے جس کا مولد تاتارستان ہے۔

وزیری کی شاعری میں چین، ترکستان، تاتار اور خُتن کے مزید تلازمے بھی ملتے ہیں۔ممکن ہے یہ محض شاعرانہ تخیّلات ہوں، لیکن شاعر کے چینی الاصل اور تاتاری المولد ہونے کی وجہ سے معنویت سے یکسر خالی بھی نہیں ہیں۔ مثلاً:

نسیم زلف تو گر سوی چین گذار کند
زند بخاک سیہ نافہ ھای تاتاری

(۳۹۵ب)

مسخر کردہ جانان خاتم لعل لَبت بنگر
ہمہ خوبان چین را در لطافت تا بترکستان

(۱۹۴ الف)

ای وزیری سخنم نافۂ مشکِ ختن است
نافہ ھرگز بہ چنین بوی نشد در خُتنم

(۳۷۶ الف)

باد تا بُوی سر زلف تو آورد بہ من
گاہ در مُلک حبش ، گاہ بہ مُلک خُتنم

(۳۷۷ الف)

اس شعر میں زلف کے سیاہ اور معطّر ہونے کے تلازمے حبش وخُتن ہیں۔

شاعر کی غریب الوطنی اور ہندوستان میں قیام:

وزیری کے اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے وطن مالوف سے نکل آیا تھا۔ وہ اپنی ایک غزل میں جس کی ردیف ''جدا'' ہے، کہتا ہے:

ای دل جدا شدی تو زتن ، جان ز تن جُدا
من از تن غریب و تنم از وطن جُدا

(۱۸۰ ب)

وہ غالباً خراسان میں بھی پھرتا رہا ہے اور وہاں بسطام میں حضرت بایزید بسطامی کے مزار سے فیضاب ہوا ہے:

فیض از روضۂ سلطان جہان یافت دلم
مَیلِ خاطر چو مرا جانب بسطام کشید

(غزل ۲۳۲ ب اور مکرر ۳۴۲ الف)

اُس نے اپنے بیٹے (متوفی ۱۰۰۲ھ) کی وفات کی خبر بھی وطن سے دور سُنی۔ اس کا ذکر آگے آئے گا۔ ایسے بہت سے شواہد موجود ہیں جو وزیری کے ہندوستان میں قیام پر دلالت کرتے ہیں۔ مغل حکمرانوں اکبر، جہانگیر، شاہ مراد اور امرا میں سے خان خانان کی مدح میں اس کے قصاید سے یہ

بات ثابت ہے۔ بعض غزلوں میں اس نے اپنے ہندوستان میں ہونے کی صراحت کی ہے۔ مثلاً شاہ مراد کی تعریف میں غزل کا یہ مقطع:

در ملک ہند گفت وزیری چنان غزل
در وصف تو کہ سر ز دیارِ عجم کشید

(۲۹۵ الف و مکرر ۳۲۰ الف)

اس میں مصرعۂ ثانی قابل توجہ ہے کیا وہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ وہ دیار عجم (ایران) سے سفر کر کے ہندوستان آیا ہے؟ ایک دوسری غزل کا شعر یہ ہے:

بس ترکتاز کرد وزیری بہ ملک ہند
شد وقت آن کہ مَیل بہ کم کوشی آورد

(٦۰ الف)

ہندوستان میں اجمیر شریف میں وہ خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے پر گیا۔ اس بارے میں کلّیات میں دو غزلیں موجود ہیں۔ متعلقہ اشعار حسب ذیل ہیں:

بر درت آمد وزیری از رہ عجز و نیاز
پادشاہ دین و دنیا کن بہ حال او نظر

(۱۸۳ ب)

بر درش آمد وزیری رحم کن بر حال او
او گدای مستمندانِ شہ دنیا و دین

(۳۹۲ الف)

شاعر کا زمانۂ حیات:

اس کلّیات میں شامل وزیری کی بیشتر مثنویات کا سال تصنیف ۱۰۰۲ھ ہے، جیسے قصّۂ موسیٰ (ورق ۲۴۷ الف)، قصّۂ موسیٰ و فرعون (۲۵۰ الف)، مثنوی نصائح حکمائے قدیم (۲۵٦ ب)، مثنوی واقعہ فتح مکّہ (۲۷۸ب)۔ ایک بلا عنوان مثنوی (۱۳۴ب) کا سال تصنیف ۱۰۰۰ھ ہے۔ کلّیات میں کچھ قطعات تاریخ بھی ہیں۔ مثلاً کسی محل/قصر کی تعمیر کا سال ۱۰۰۲ھ ہے:

سال تاریخ بنایش از خرد کردم سؤال
گفت با من کن حساب ''قصر فردوس برین''

(۳۰۲ الف)

ایک امیر شاہم خان کی وفات کے قطعۂ تاریخ سے کچھ اشعار:

سلیمان و سکندر رفت ، صد فغفور و صد خاقان
درین دار فنا باقی نمی ماند کسی می دان
گل این باغ از بوی فنا ہر صبح دم می زد
درخت باغِ دولت بود گویم باتو شاہم خان
درختش میوۂ احسان داد با سر سبزی خرّم
درخت دولتش را میوہ دایم بود از احسان
من از تاریخ فوت او ز دہقانِ خرد جویم
کشم از درد خود آہ بگویم واہ شاہم خان

(۳۸۱ الف)

اگر ہم ''واہ شاہم خان'' کو مادّہ تاریخ شمار کریں تواس کے اعداد ۱۰۰۸ کے برابر ہیں اور اگر ''آہ'' کھینچنے کو تخرجہ تصور کریں یعنی اس کے عدد نکال دیں تو ۱۰۰۲ کو سال وفات قرار دیا جا سکتا ہے۔

شاعر نے اپنے ایک عزیز کی وفات کی تاریخ یوں بیان کی ہے:

در الف و دو رفتی از جہان تو
از شہر فنا بہ جاودان تو

(۲۴۸ ب)

کلّیات وزیری میں جو متأخر تاریخ بصراحت ملتی ہے وہ بھی ایک مادّۂ تاریخ ہے جس سے ۱۰۱۲ استخراج ہوتا ہے۔ یہ ایک قصیدہ بردیف ''قلم'' کا شعر ہے جس کا نفس مضمون سے کوئی تعلق نہیں لیکن شاعر نے اسے قصیدے میں داخل کیا ہے، شعر یہ ہے:

''خانۂ معمور'' شد تاریخ این عالی بنا
گفت تاریخش وزیری ، می کند انشا قلم

ایک عمارت جو ۱۰۱۲ھ میں تعمیر ہوئی یہ اس کا مادۂ تاریخ ہے۔

ان تاریخوں سے قطع نظر کلیات میں معاصر ہندوستانی بادشاہوں، شہزادوں اور امیروں کی مدح میں قصاید بھی ہیں۔ مثلاً اکبر (۹۶۳-۱۰۱۴ھ)، جہانگیر (۱۰۱۴-۱۰۳۷ھ)، شاہ زادہ مراد فرزند اکبر (متوفی ۱۰۰۷ھ) اور خانخانان (۹۶۴-۱۰۳۶ھ)۔

شاعر کے شیخ طریقت:

وزیری نے اپنی ایک غزل میں جس کا مطلع یہ ہے:

هر که حق امر نکرد است ، به جانست فتور
آنچه از جنسِ مناهیست، زمن آن همه دور

اپنے شیوخ طریقت کا ذکر کیا ہے، ان کے اسماء عبد غفورر عبدالغفور اور شیخ حسن ہیں:

پیر من بود یکی عارف کامل به جهان
نام آن عارف کامل تو بدان عبد غفور
دست با دست رسیدیم چو با شیخ حسن
در دلم هست ازین واسطه بسیار سرور
هست امید که زیر علمش جمع شویم
از عنایات خداوند در آن روزِ نشور

(۳۴۷ الف)

ویسے شاعر نے اپنے سلسلۂ طریقت کا ذکر نہیں کیا۔ چند مقامات پر شیخ عبدالقادر گیلانی اور خواجہ معین الدین چشتی رحمہم اللہ تعالیٰ کی مدحیات ضرور ہیں۔

شاعر کا جوانمرگ بیٹا:

وزیری نے ایک نوجوان، جس کا انتقال ۱۰۰۲ھ میں ہوا اور یہ خبر اس نے اپنے وطن سے دور (غالباً ہندوستان میں) سُنی، کا مرثیہ لکھا ہے۔ اس نوجوان نے حج کیا تھا اور اس نے اپنے پیچھے دو بیٹے اسد اور عنایت نامی چھوڑے تھے۔ ایک شعر میں وزیری نے متوفی کو اپنی دو روشن آنکھیں کہا ہے جو اس بات کا قرینہ ہے کہ وہ اس کا بیٹا تھا۔ مرثیے میں صفات کی بجائے جذبات و احساسات کی فضا غالب ہے۔ چند متعلقہ اشعار جن سے ہم نے مذکورہ بالا نتائج اخذ کیے ہیں حسب ذیل ہیں:

ای سرو بهار نوجوانی
رفتی تو ازین جهان فانی
افسوس که روی تو ندیدم
آوازۀ مرگ تو شنیدم
پیراهن صبر چاک کردم

خود را زغمت ہلاک کردم
شدہ تیرہ بہ من جہانِ روشن
بودی تو مرا دو چشم روشن
از عمر و حیات برنخوردی
و ز باغ مراد گل نچیدی
حاجی شدہ آمدی تو مُردی
ایمان بقرین خویش بُردی
ماندہ(۵) اسد و عنایت اللہ
در دار فنا بصد غم و آہ
ای کوکہَ بادشاہ عادل
مثل تو کسی نبود قابلدر الف و دو رفتی از جہان تو
از شہر فنا بہ جاودان تو

(۲۴۷ب - ۲۴۸ب)

اس مرثیے میں ''ای کو کہَ بادشاہ عادل'' کی ترکیب قابل توجہ ہے۔ کو کہ تُرکی زبان میں ہمشیر/رضاعی بھائی کو کہا جاتا ہے، تو کیا متوفی بادشاہِ وقت کا رضاعی بھائی تھا؟

علم نجوم سے دل چسپی:

وزیری کی مثنویوں اور قصیدوں سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوتی ہے کہ اسے علم نجوم سے خاص دل چسپی تھی اور اس علم کی اصطلاحیں اُس نے بکثرت استعمال کی ہیں۔ اس کی ایک بلا عنوان مثنوی بارہ بُرجوں کی وضاحت کے بارے میں ہے (۱۳۳الف-۳۵ ب)۔ ساقی نامہ اور تعریف پادشاہان چغتی ہند (ورق ۲۱ب-۲۵ الف) مثنوی نامہ نوشتن سلطان سکندر ذوالقرنین بہ خاقان چین (۱۹۷الف-۱۱۲ب) اور ایک بلا عنوان مثنوی (۱۱۳ الف- ۱۱۷ب) میں ایسے متعدد اشعار موجود ہیں جو شاعر کی علم نجوم سے دل چسپی اور اس پر دسترس سے ہمیں آگاہی دیتے ہیں۔ اکبر بادشاہ کی مدح میں کہے گئے ایک قصیدے جس کا مطلع یہ ہے:

منّت ایزد را کہ پیدا کرد از قدرت جہان
وان بقدرت شد نگہ دارندۂ نُہ آسمان

اس قصیدے میں شاعر کہتا ہے:

جوہر نامش بہ ارقام جمل کردم حساب
بیست و ہفت حرفست نام این شہ صاحبقران
می کنم تقسیم یک یک را بہ یک اشیا نگر
ہستی عالم ازین اشیا ست ظاہر این بدان

اور پھر ایک ایک حرف کی علم نجوم کی رو سے وضاحت کی ہے۔

نام ہای بُرج گیرم تا بدانی یک بیک
می کنم تقسیم ہر حرفی بہ یک بُرجی ازان

(۱۲۸ الف- ۱۳۱ الف)

مذہبی عقاید:

شاعر مسلمان، مذہب اہل سنّت و جماعت کا پیرو، امام ابو حنیفہؒ کے مسلک کا پابند ہے۔ اصحابِ پیغمبرؐ کی تعریف کرتاہے اور جو لوگ اصحابؓ کو بُرا بھلا کہتے ہیں ان کی مذّمت کرتا ہے۔ شاعر تمام اہل سنّت و جماعت کی طرح اہل بیتؓ اور بارہ اماموںؒ کی محبت اور احترام کا قائل ہے۔ کلامی/فلسفی عقاید میں وہ فلسفۂ قِدم کا مخالف ہے۔ شاعر کے یہ تمام عقاید جا بجا کلّیاتِ اشعار میں مذکور ہیں۔ ہم نے درج ذیل چند مثالوں پر اکتفا کیاہے:

امام اعظم امام چار ارکان
ازو محکم بنای رکن ایمان
بجُز قول رسول و قول قرآن
سخنہای دگر را نیست برہان
پی اصحاب دین باید قدم زد
نباید با خلافِ شرع دَم زد
بیا اصحاب دین را پیروی کن
بنہ سر در قدمہا ، سروری کن

(مثنوی شرح عقاید در بیان حدوثِ قدم، ۱۴۸ الف/ ب)

آدمی از اعتقاد خویش جایی می رسد
آنکہ او را اعتقادی نیست سگ زو بہتر استبا خدا
و با رسول و جملہ اصحابِ رسول
باش ای مومن تُرا گر نور ایمان رہبر است

هر که او در مذهب و ملّت خلاف شرع گفت
کافر است و ملحد است و ابله ست و ابتر است
آن که به اصحاب پیغمبر بگوید ناسزا
کافر است و جان آن روز جزا در آذر است

(قصیده ، ۳۱۱ الف)

جمله اصحاب پیغمبر بسان کوکب اند
افضل اصحاب می دان جمله یار مصطفیٰ
منکر اصحاب دین هر کس که باشد کافراست
رفته است از مذهب باطل چو در دارِ فنا
پیرو اصحاب دین و پیرو شرع رسول
هر که شد ایمن بود از قهر حق روز جزا

(قصیده، ۲۹۵ ب)

افضل تر از صحابه چو صدیقِ اکبر است
با صدقِ اعتقادِ خود از جمله برتر است
او شد امام و جملهٔ اصحاب مقتدی
ذاتش نگر که زینتِ محراب و منبر است
اول خلیفه اوست ، بدان بعد او عمر
عثمان سیم ، چهارم شان شاه صفدر استهر چار را
خلیفهٔ برحق بدان رهی
هر کس که با خلافت این چار منکر است
با فتوی چهار امام است مبتدع
از اہلِ فسق و اهلِ فجور ست ، کافر است

(غزل، ۴۹ب)

حامی دین محمد چار یار باصفا
دو امام و ده جمیع اُمّتان را پیشوا
می کنم مدّاحی هر یک بجان و دل رواست
در شریعت ، در طریقت سالکان را رهنما

قِدم کے بارے میں یہ شعر:

نہ ابتدا و نہ غایت بذات حق باشد
کسی چگونہ بآن ذات ابتدا گوید

(۱۴۲ ب)

تصنیفات:

وزیری فارسی ادب کے اُن چند شعراء میں سے ایک ہے جنھوں نے نظامی گنجوی کی تقلید میں خمسہ لکھا ہے۔ خمسۂ نظامی کا تتبع کرنے والے شعرا امیر خسرو اور جامی کو اُس نے اپنا معنوی اُستاد اور نمونہ قرار دیا ہے۔ وزیری ایک پُر گو شاعر ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ اس نے ایک لاکھ (صد ہزار) اشعار کہے ہیں۔ اس نے غزلیات کے تین دیوان اور قصاید کا ایک دیوان الگ الگ مرتب کیے۔ ممکن ہے دو اوین کی تدوین میں بھی اس نے امیر خسرو کی پیروی کی ہو جنھوں نے اپنے مختلف ادوار حیات میں کہے گئے اشعار کے چار مختلف دو اوین مرتّب کیے تھے۔ وزیری کے اُن چھوٹے موٹے قصّوں اور مثنویوں کے علاوہ جو پیش نظر کلّیات کے نسخے میں درج ہوئے ہیں اور ان کے بارے میں ہم مضمون کے تیسرے حصّے میں لکھ آئے ہیں، وزیری کی کچھ اور تصنیفات بھی ہیں جن کے نام اس کی ایک مثنوی میں آئے ہیں۔ ان تمام معلومات کو مدِّنظر رکھتے ہوئے ہم نے وزیری کی تصنیفات کی ایک فہرست مرتّب کی ہے جو حسب ذیل ہے:

۱۔ آئینہ فہم، ستاروں کے حال میں ہے۔

۲۔ جو ہر عقل، ''سخن'' کے بارے میں مثنوی، مشمولہ کلیّات ۔

۳۔ دیباچۂ عشق، شاید لیلی و مجنون کا قصّہ۔

۴۔ دیوان غزلیات، تین دواوین۔

۵۔ دیوان قصاید۔

۶۔ رموز الحقایق، بظاہر تصوّف اور اقوال صوفیہ پر ہے۔

۷۔ سرّ اسرار، عقاید کی تشریح میں ہے۔

۸۔ نبی نامہ، شاہنامۂ فردوسی کے جواب میں انبیاء کے قصّے لکھے ہیں۔

متعلقہ اشعار جو وزیری کی تصانیف کی طرف اشارہ کرتے ہیں، ملاحظہ ہوں (نظامی، خسرو اور

جامی کی تعریف کے بعد):

مددها بجویم من از روح شان
نبی نامه گفتم بشیرین بیان
دگر جوهر عقل گفتم کتاب
سخنها بگفتم ز روی صواب
بیان کردم احوال پیغمبران
ز احوال هر یک یکان داستان
نهادم رهی نام دیگر کتاب
رموز الحقایق بدان چند بابقول بزرگان نهادم بنا
ثوابم رسد زو بروز جزا
کتاب دگر سرّ اسرار نام
بکردم چو شرح عقاید تمام
دگر نامه دیباچۂ عشق دان
خود از عشقِ مجنون به نیکو بیان
دگر گشت آئینه فهم نام
ز احوال کوکب بکردم تمام
شد ابیات رنگین من صد هزار
چو یک یک در آوردم اندر شمار
سه دیوان غزل را بدادم قرار
بتوفیق لطف خداوندگار
چهارم تو دیوان قصیده بدان
بهر جا شدم پیرو شاعران

(۱۱۱ الف/ب)

اسی مثنوی میں آگے چل کر نبی نامہ کا الگ سے بھی ذکر کیا ہے:

بتوفیق یزدان بگفتم جواب
چو شهنامه را ثبت شد در کتاب
نبی نامه گفتم چو شهنامه را
بدادم شرف نامه و خامه رابه شهنامه سه قسم کرده سخن

ز رزم و ز بزم و ز سرو و سمن
بیک داستان این ہمہ قصّہ ہا
بیان یافت ، نایافتم زین رہا

(۱۱۲ الف/ب)

وزیری نے اپنی خمسہ سرائی کا اظہار یوں کیا ہے:

منم شاگرد و اُستادم نظامی ، خسرو و جامی
بگفتم خمسہ را از ہمت پیران مردانش
وزیری پیرو نیکان شدی صد شکر کن ہر دم
شدی در خمسہ گفتن پیروِ پیران و نیکانش

(۳۰۷ الف؛ ۳۰۸ الف)

ایک لاکھ اشعار کا شاعر ہونے کا دعوی اس شعر میں بھی ہے:

بدان جملہ ابیات من صد ہزار
بکردم چو در سلک نظمش قطار

(۱۳۴ ب)

شعر و شاعری کے بارے میں نظریہ:

وزیری نے شعر/شاعری کے بارے میں اپنے نظریات بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ شاعری میں برجستہ گوئی ہونی چاہیے۔ وہ اپنی شاعری کو غم و اندوہ کا نتیجہ سمجھتا ہے اور غزل کے چند اشعار تب کہیں جا کر اکٹھے ہوتے ہیں جب ایک ایک شعر کے لیے خون جگر پیا جائے۔

در طریق شاعری برجستہ می باید سخن
ہر کہ او برجستہ گو شد ، شاعر برجستہ شدای وزیری
شعر را کردم شعار خویشتن
بس کہ از اندوہ بیحد خاطر من خستہ شد

(غزل، ۳۳۶ ب)

چند بیتی در غزل چون جمع می گردد وزیر
ہر یکی حاصل ہمی گردد بصد خون جگر

(غزل، ۳۴۶ ب)

وزیری نے ایک مثنوی میں '' سخن'' کی تعریف میں تقریباً پچاس مسلسل اشعار لکھے ہیں اور ''سخن'' کو بہت اہمیت دی ہے۔

سخن پادشاهیست بی تخت و تاج
ز خاقان و قیصر گرفته خراج
قلم جسم بی جان ، سخن جانِ اوست
جهان سر بسر زیر فرمان اوست

(۱۰۷ الف/ب)

خود ستایی:

وزیری نے اپنے کلیات میں متعدد مقامات پر شاعرانہ تعلّی اور خود ستایی سے کام لیا ہے وہ کبھی اپنے آپ کو ''مانی وقت'' اور کبھی ''سلمان ثانی'' /''سلمانِ سخن'' (سلمان ساوجی کا ہم پلہ) کہتا ہے۔ وہ خود کو اقلیم سخن کا بادشاہ قرار دیتاہے اور کہتا ہے کہ آج مُلک ِ سخن میں اس کے نام کا سکّہ چل رہا ہے۔ اسے یہ یقین بھی ہے کہ جب تک شاعری باقی ہے اس کا نام بھی زندہ رہے گا۔ یہ اشعار اس حوالے سے ہیں:

مانی وقتم و از شعر کشم صورت خوب
مانی این نقش به هر جا پی تزئین برد

(٦٦ ب)

بین به تعلیم سخن آرای استیلای من
رفت سلمان و منم امروز سلمان سخن

مذکورہ بالا شعر وزیری کے ایک ایسے قصیدے (۱۳۱ الف- ۱۳۲ الف) سے لیا گیا ہے جو خاقانی کی پیروی میں لکھا ہے۔ اس کی ردیف ''سخن'' ہے اور یہ تیس ابیات پر مشتمل ہے یہ تمام ابیات در مدح خود ہیں۔

مثنوی کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

نام من زنده از سخن شده است
سخنم شمع انجمن شده است
تا سخن هست نامِ من باقیست
بزم عیش مرا سخن ساقیست

(۳۲ ب)

امروز مالک سخنم در سخنوری
صد شکر شد چو سکّہ ای دولت بنام من
من شمع انجمن سخن بستہ ام وزیر
روی سخن ہمیشہ بود شمع انجمن

(قصیدہ، ۳۰۱ ب)

سلمان شد و امروز منم ثانی سلمان
در شہر صلا است عرب را و عجم را

(قصیدہ، ۳۰۹ الف)

شاعرم ، دارم فسون سازی بشعر خود بسی
صاحب معنی نگر در شعر من افسونِ منچون وزیری در
غزل درّ سخن را سفتہ ام
لایق گوشِ شہان باشد دُر مکنونِ من

بدیہہ گوئی:

وزیری نے اپنی کئی مثنویوں، غزلوں اور قصیدوں کے اشعارفی البدیہہ کہے ہیں۔ اس سے شاعر کی قدرتِ کلام کا اندازہ ہوتا ہے۔

وزیری در بدیہہ این غزل گفت
بحمد اللہ کہ او از شاعرانست

(غزل)

ہمہ شعر من شد بدیہہ تمام
بحق رسول و بحقِ کلام

(مثنوی، ۱۳۴ ب)

در بدیہہ کردہ ام انشا ہمہ ابیات را
ہم بحق سالکان و ہم بحق شاعران

(قصیدہ، ۱۳۰ الف)

کچھ غزلیں فرمایشی بھی ہیں یہ بھی فی البدیہہ کہی گئی ہوں گی۔

چون وزیری غزلی گفت بفرمودۂ شاہ
شاعران خُردہ مگیرند کہ او شاعر نیست

(۴۷ ب)

متقدم شعرا کی تقلید:

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے وزیری خمسہ کا شاعر ہے اور اس کام کے لیے اس نے نظامی، خسرو اور جامی کی روایت کو پیش نظر رکھا اور ان تینوں کی پیروی کی ہے۔ وہ بڑے کھلے دلکے ساتھ ان تینوں اساتذہ کی تعریف کرتا ہے اور ساتھ ساتھ ان کی تقلید کا اعتراف بھی کرتا ہے۔

نظامی کہ او خمسہ ترتیب داد
جہان را ازین خمسہ او زیب داد
ازین خمسہ شد نامدار جہان
شدند پیرو او ہمہ شاعران
بشد پیروش خسرو دھلوی
باین فارسی، نی بدان پہلوی
چو نوبت ز خسرو بہ جامی رسید
ز خُمِ سخن جامِ زرین کشید
شدم پیرو جملہ اندر سخن
کہ تا نَو کنم داستانِ کہن
مدد ہا بجستم ز ارواحشان
کہ از خمسہ دادند بامن نشان

(ملخصاً ۱۲۴ ب- ۱۲۵ الف)

نظامی کہ در گنجہ گنجینہ ماند
در آن دم کہ دامن ز عالم فشاند
گہرھا ازو ماند چون یادگار
بقیمت فزون از دُرِ شاہوار
بنا خمسہ را او ز اوّل نہاد

خدا داد در خمسہ گوی مراد
چو خسرو بہ دہلی بلندی گرفت
بقدر سخن ارجمندی گرفتہ جامی رسید آن
مَی لعل فام
کشید آن مَی جام را چون بہ جام
منم بندۂ ہر سہ اندر سخن
کنم نو ہمہ داستانِ کہن

(ملخصاً، ۱۱۱ الف)

زندہ دل از فیضِ نظامی کنم
پیروی خسرو [و] جامی کنم

(۷۹ ب)

در روشِ شعر علیم و دبیر
خسرو دہلیست مرا پیر و میر
معتقد اوست وزیری بجان
تا کہ بود فصل بہار و خزان

(۸۹ الف/ ب)

قصیدہ سرائی:

وزیری کا ایک دیوان صرف قصاید پر مشتمل ہے۔ ہمیں نہیں معلوم کہ زیر نظر کلّیات کے قصاید آیا اسی دیوان سے درج ہوئے ہیں یا اس سے مختلف ہیں ۔ ویسے بھی اس کلّیات میں متفرق مقامات پر قصیدے ملتے ہیں ۔ ان قصاید میں سے کچھ تو اساتذہ کے قصاید کے جواب میں کہے گئے ہیں اور کچھ شاعر کی اپنی تخلیق ہیں۔ اس کلّیات میں وزیری کا طویل ترین قصیدہ ایک سو دس ابیات کا ہے جس کا مطلع یہ ہے:

معلم عشق و این دار فنا آمد دبستانش
دبیر خُردہ دانِ عقل شد طفل سبق خوانش

(۳۰۵ الف -۳۰۸ الف) یہ قصیدہ خاقانی کے جواب میں ہے۔

قصاید میں وزیری کے موضوعات متنوع ہیں۔ جیسے:

الف۔ سلاطین و امرا کی مدح،

ب۔ فلسفیانہ اور کلامی مضامین،

ج۔ مذہبی تلقینات،

د۔ ادبی موضوعات (''قلم'' کی تعریف وغیرہ)،

ھ۔ ذاتی حالات

ان موضوعات پر قصاید کی کچھ مثالیں یہاں پیش خدمت ہیں۔

جلال الدین محمد اکبر کی مدح میں وزیری کے چار قصاید ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ ایک سو سات اشعار کا نونیہ قصیدہ، مطلع:

منت ایزد را کہ پیدا کرد از قدرت جہان
وان بقدرت شد نگہدارندۂ نہ آسمان

(۱۲۸ الف-۱۳۱ب)

۲۔ ایک رائیہ قصیدہ جو آخر سے ناقص ہے۔ مطلع:

بہار و گل و ساقی روح پرور
بہ جام بلو این مَی صاف و احمر

(۲۳۹ الف/ ب)

۳۔ بیس اشعار کا ''انداختہ'' ردیف میں قصیدہ، مطلع:

از حیا و شرم بر رُخ تا نقاب انداختہ
زان کمند زلف را بر آفتاب انداختہ

مدحیہ شعر: خسرو غازی جلال الدین محمد اکبر است
حکم او در گردنِ شاہان طناب انداختہ

(۲۹۵ الف/ب)

۴۔ بیس اشعار کا دالیہ قصیدہ یا قطعہ، مطلع:

سرور شاہان جلال الدین محمد اکبر است
داد حق او را ز لطف حق زھر نوعی مراد

اس قصیدے کے بارہویں اور تیرہویں اشعار میں بادشاہ کے ہاں فرزند ہونے کی خوشخبری اور

تاریخ ولادت ہے۔

قاصد آمد مژدۂ خوش آمد از مُلک دکن
خانہ شہ دان یکی فرزند شد فرخ بزاد
چون وزیری فکر تاریخ تولد را بکرد
ہاتفش از غیب گفت این مشتری کوکب بزاد

''این مشتری کوکب بزاد'' کو اگر مادّہ تاریخ لیا جائے تو اس سے ۱۰۷۳ اعداد برآمد ہوتے ہیں اور ظاہر ہے یہ اکبر کا زمانہ نہیں ہے۔ اگر ''این'' کو ہٹا دیا جائے تو 1012 بچتا ہے لیکن اس سال بھی اکبر کے ہاں کسی بیٹے کی ولادت کی تصدیق نہیں ہوتی۔ اکبر کے بیٹے سلیم، مراد اور دانیال پہلے پیدا ہو چکے تھے بلکہ آخری دونوں بیٹے فوت ہو چکے تھے۔(۲)

نور الدین جہانگیر — جسے وزیری شاہ سلیم بھی مخاطب کرتا ہے — کی مدح میں چار قصیدے ہیں:

۱۔ ''نرگس'' ردیف میں انتالیس اشعار کا قصیدہ سلمان ساوجی کی تقلید میں، مطلع:

بر سر خویش نہد تاج چو از زر نرگس
ورق نقرہ بپوشد پی زیور نرگس

مدحیہ اشعار:

چو شہنشاہ جہانست شہ نورالدین
شمع بزم طربش باد ہمہ تر نرگس
از غلامان درش خستہ وزیری بشمار
گفت سلمان غزل نرگس و این تر نرگس

(۲۰۹ الف–۲۱۰ الف)

۲۔ ''فتاد'' ردیف میں بارہ اشعار کا قصیدہ، مطلع:

روزی کہ ذات پاک تو اندر جہان فتاد
صد گونہ ذوق شوق خوشی درمیان فتاد

مدحیہ اشعار:

سلطان عصر شاہ سلیم آن کہ در مصاف
از ترس گرزِ او سر کوہ گران فتاد
بادا بقای عمر تو تا ہست سال و ماہ
آمین از این دعا ھمہ جا در زبان فتاد

(۲۹۳ الف/ ب)

۳۔ رائیہ قصیدہ اٹھائیس ابیات کا۔ مطلع:

دہانِ غنچہ و گل بوسہ داد باد بہار
نسیم بر ورق لالہ ریخت مشک تتار

مدحیہ شعر:

شہی بعدل چو سلطان سلیم در عالم
ندیدہ و نشنودہ کس از صغار و کبار
مقطع: بقای عمر تو بادا مدام در عالم
ہمیشہ تا کہ بود موسم خزان و بہار

(۲۹۰ الف-۲۹۱ ب)

۴۔ ایک بائیہ قصیدہ اٹھائیس اشعار میں، خاقانی کے جواب میں، مطلع:

ببین بگردش این چرخ واژگون گرداب
ستارہ ھا ھمہ وی نمودہ ہمچو حباب

مدحیہ شعر:

شہ زمانہ شہنشاہ عصر شاہ سلیم
کہ مہر و مہ شدہ پا بوسش دو حلقہ رکاب

(۳۰۴ الف-۳۰۵ الف)

شاہ زادہ مراد کی مدح میں تین قصیدے:

۱۔ ''گوہر'' ردیف میں پچیس اشعار کا قصیدہ، مطلع:

چو گوھر سخنم نیست در جہان گوھر
مثال او نہ بہ بحر است ونی بہ کان گوھر

مدحیہ اشعار:

ز بہر بخشش سلطان عصر شاہ مراد
فلک بہ بزم بریزد ز کہکشان گوھر
بقای عمر تو بادا مدام چون خورشید
بود بہ بحر فلک ناز فرقدان گوھر

(۲۹۱ الف/ ب)

۲۔ ''کشید'' ردیف میں پندرہ بیت کا قصیدہ جسے شاعر نے غزل کہا ہے، مطلع:

چون اژدهای صبح جهان را بدم کشید
خورشید خاوری چو ز مشرق علم کشید

مدحیہ اشعار:

سلطان عصر شاه مراد آن که از شرف
در روزگار غاشیه اش کتف جم کشید
شاها بقای عمر تو بادا هزار سال
از لطف آن خدا که جهان از عدم کشید
در مُلک هند گفت وزیری چنان غزل
در وصف تو که سر ز دیار عجم کشید

(۲۹۴ ب-۲۹۵ الف)

۳۔ ردیف ''را'' میں تیس ابیات کا قصیدہ عرفی شیرازی کے تتبع میں، مطلع:

بگرفت بکف روز غزا تیغ دو دم را
با خصم نمود از دم او راه عدم را

مدحیہ شعر:

سلطان جهان شاه مراد آنکه ز جا بُرد
آوازۂ عدلش ز جهان نام ستم را

(۳۰۸ الف-۳۰۹ الف)

خان خانان کی مدح میں بتیس اشعار کا نونیہ قصیدہ، مطلع:

من همایم همتم پرواز دارد در جهان
شخص عقلم در تخیّل همدم افلاکیان

مدحیہ اشعار:

یا الهی خانخان [کذا] را در امان خویش دار
معنی انسان کامل گشته از ذاتش عیان
وصف او افزون تر اندازۂ فکر منست
عاجز از وصفش همیشه هست عقل خُرده دان

فلسفیانہ خیالات پر وزیری کا ایک قصیدہ موجود ہے، مطلع:

وجہ حق باقیست غیر از وجہ حق فانی بدان
زان فنای مطلق آمد ہستی کون و مکان

(۲۹۶ الف/ ب)

مذہبی تلقینات و تعلیمات پر بائیس اشعار کا الفیہ قصیدہ ہے، مطلع:

در مشیّت ھر چہ رفتہ، می کند آن را قضا
تن بتقدیر خدا دادن بوَد عین رضا

(۲۹۵ ب-۲۹۶ الف)

ادبی موضوعات مثلاً قلم کی تعریف میں انچاس اشعار کا قصیدہ، مطلع:

پیشتر از جملۂ اشیا شدہ پیدا قلم
معنی سرو صفت را می کند انشا قلم

(۲۹۷ الف-۲۹۸ ب)

فخرالدین عراقی کے ایک معروف قصیدے جس کا مطلع یہ ہے:

شہبازم و شکارِ جہان نیست در خورم
ناگہ بود کہ از کفِ ایّام بر پرم

کے جواب میں وزیری نے اڑتیس اشعار کا ایک میمیہ قصیدہ اپنے حسب حال کہا ہے۔ لیکن اس میں ذاتی حالات کی بجائے اس طرح کے اشعار ہیں:

من صوفیم، پلاسِ فنا خرقۂ من است
زیبندہ نیست اطلس شاہی چو در برم
من عاشقم، بدرد و بلا خو گرفتہ ام
درد و بلا ست در ھمہ جا یار و یاورم

مطلع:

منت خدای را کہ زبان سخنورم
گویاست تا بہ حمد و ثنا نکتہ پرورم

مقطع:

لب بستہ بہ وزیری ازین گفت گوی شعر
از شاعران دہر چو در رُتبہ کمترم

(۲۰۲ ب-۲۰۴ الف)

قصیدہ گویی میں وزیری نے تقریباً سبھی اکابر قصیدہ سرا فارسی شاعروں کے جواب میں قصیدے لکھے ہیں۔ اس کا دعوی بھی ہے اور یہ کام کر کے بھی دکھایا ہے۔

قصایدھای اُستادان پیشین را ھمہ گفتم
کشیدم من بہ سلک نظم خود دُرّ ھای غلطانش

(۳۰۷ ب)

انوری کے جواب میں اس کے قصیدے کا مطلع یہ ہے:

بر خلاف مدعا زد دورہ چرخ چنبری
با زحل واقع شدہ بنگر قران مشتری

(۱۴ الف/ ب)

ظہیر فاریابی کے جواب میں اس نے ''گوہر'' ردیف میں شاہ مراد کی مدح میں قصیدہ لکھا۔

مطلع:

چو گوہر سخنم نیست در جہان گوہر
مثال او نہ بہ بحر است و نی بہ کان گوہر

تعلیٰ:

ظہیر کردہ چنان دعوی ای کہ کس نکشد
برشتۂ سخنم ہیچ توامان گوھر
کشیدہ ایم در آن رشتہ ای گوھرِعجبی
برابر است زھر سو بریسمان گوھر

(۲۹۱ الف/ ب)

خاقانی شروانی کے جواب میں وزیری نے چار قصیدے کہے ہیں۔ کچھ کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، بقیہ قصاید یہ ہیں:

مطلع:

دامن افلاک سوزد آه گردون سای من
سرفرو نارد بہ عالم ہمت والای من
پیرو خاقانی ام در این قصیدہ ای رہی
ہست خاقانی درین طرز سخن املای من

(۱۳۱ الف-۱۳۲ الف)

مطلع:

شب دُود آہ خود بہ ثریا آورم
از جوہر سخن درّ یکتا بر آورم
مقطع: پیرو درین قصیدہ خاقانیم وزیر
زین فخر سر بہ عالم علیا بر آورم

(۱۳۶ ب-۱۳۷ ب)

وزیری نے اپنے تقریباً ہم عصر شاعر فیضی کا جواب بھی لکھا ہے۔

مطلع:

کشتی شکستہ ایم دراین بحر اخضری
در بحر کس چگونہ تواند شناوری
گفتم جواب فیضی شاعر بامتحان
آمد درین زمانہ چنین رسم شاعری

(۱۷۱ ب- ۱۷۳ ب)

غزل گویی:

وزیری نے اپنی غزلوں کے تین دو اوین مرتّب کیے۔ غزلوں کی ایک اچھی خاصی مقدار زیرنظر نسخے میں بھی موجود ہے۔ قصیدے اور مثنوی کی طرح غزل میں بھی اس نے اساتذہ کا تتبع کیا ہے۔ اور تضمینات لکھی ہیں۔ موضوعات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ حمدیہ، نعتیہ، معراجیہ، عیدیہ، بہاریہ غزلوں کے علاوہ معتدبہ حصّہ غزل کے روایتی مضمون عشق کا حامل ہے۔ ان تمام موضاعات کے کچھ نمونے حسب ذیل ہیں:

اساتذہ کا تتبع:

وزیری نے غزل میں غالباً سب سے زیادہ تتبع خسرو دہلوی کا کیا ہے بعض جگہ تتبع کا اعلان کیا ہے اور بعض جگہ خاموشی برتی ہے، لیکن ان زمینوں میں خسرو کی غزلیں موجود ہیں۔ جیسے خسرو کی معروف غزل ''ابرمی بارد و دل می شود از یار جدا'' کی غیر اعلانیہ پیروی:

نالۂ زار کنم چون شوم از یار جدا
می کند مرغ چمن نالہ ز گلزار جدا

(۲۱۱ ب- ۲۱۲ الف)

تاہم حسب ذیل غزلوں میں تتبع کا اعتراف اور اعلان موجود ہے۔

مطلع:

ای مرغ دل تو نالۂ مرغ شبانہ گیر
دی شمع ز آہ گرمِ من امشب زمانہ گیر

مقطع:

پیرو شدہ وزیر بہ خسرو درین غزل
در طرز شعر خود روش خسروانہ گیر

(۱۶۴ الف)

مطلع:

نی درمیان آدمی ، نی در مُلک ، نی در پَری
نشنودہ و نی دیدہ کس مثل تو زیبا پیکری

مقطع:

در وصف شاہ انس و جان گفتی وزیری این غزل
پیرو بہ خسرو گشتہ ای اینست رسم شاعری

(۲۰۴ ب)

مطلع:

باز لعل لب تو میل فسون خوانی کرد
از فسون کان نمک شدہ شکّر افشانی کرد

مقطع:

پیروی کرد وزیری غزل خسرو را
بود مشکل غزلی لیک بآسانی کرد

(۳۲۴ ب-۳۲۵ الف)

وزیری نے حافظ شیرازی کی غزلوں کی تقلید بھی کی ہے اور تضمینات بھی لکھی ہیں۔ وزیری کے یہ دو مطلع ملاحظہ ہوں جو تقلیدی غزلوں سے لیے گئے ہیں۔

مبند دل بہ اساس جہان سست نہاد
اساس او ہمہ نا محکم است و بی بنیاد

(۵۵ الف)

تا کہ از دفتر عشق تو براتم دادند
از غم و محنت ایام نجاتم دادند

(۲۳۳ الف)

وزیری نے حافظ کی دس مشہور اور مقبول غزلوں کی تضمین کی ہے۔ہم صرف ایک نمونے پر اکتفا کریں گے۔

دولتِ وصلِ بتان دل چو تمنا می کرد
زان سبب دل طلب ساغر صہبا می کرد
درد دل را بہ مَی عشق مداوا می کرد
"سالہا دل طلب جام جم از ما می کرد
آنچہ خود داشت زبیگانہ تمنا می کرد"

(۳۹۹ الف-۴۰۰ ب)

کچھ غیر معروف شعرا جیسے واصلی (۲۲۱ الف، ۲۲۲ ب)، اہلی (۳۶۰ ب-۳۶۱ الف)، سہیلی (ورق ۱۷۷ الف) اور قمر (۱۸۳ الف) کی غزلوں کے جواب بھی لکھے ہیں۔

حمدیہ غزل

مطلع:

گویا بہ نام تست زبان در دہان ما
نام بزرگ تو شدہ ورد زبان ما

(۹ الف)

مطلع:

ذات پاک تو کہ او را نبود ہیچ زوال
طوطی عقل بہ وصف تو بہ صد ناطقہ لال

(۱۸۵ ب)

مذکورہ حمدیہ غزل خواجہ کمال [خجندی] کے تتبع میں ہے۔

مطلع:

حمد می گویم ثنا بہ خالقِ کون و مکان
تابع فرمان حُکمش ھم ملک ، ہم انس و جان

(۳۸۶ ب)

نعتیہ غزل

مطلع:

شد خَلق طفیل تو ہمہ عالم و آدم
از جملۂ مخلوق وجود تو مکرّم

مقطع:

خاک رہ درگاہ سگان تو وزیریست
در عالم اخلاص بصد مرتبہ زین کم

(۳۶۹ ب)

ایک نعت جس کے چند اشعار ہی نسخے میں موجود ہیں:

یوسف کہ بی مثال جہان بود لامثال
او سایۂ وجود مثال محمد است
شکر خدا کہ کار وزیری بروز و شب
مدّاحی محمد و آلِ محمد است

(۶۳ الف)

معراجیہ غزل

از مقام لی مع اللہ نیست کس را چون خبر
ہر کسی در باب او گوید سخن رنگ دگر

عید یہ غزل

باز عید آمد، مہ نو شد نمایان شامِ عید
با حریفان می رساند ماہ نو پیغام عید

(۲۲۴ ب و تکرار ۳۳۴ الف)

بہاریہ غزل

شد بہار و گل شگفت و گشت صحرا لالہ زار
در مشامم بوی جان می آید از فصل بہار

(۳۴۶ ب-۳۴۷ الف)

ایک ہی مضمون کی دو غزلیں

پہلی:

دارم از پیر خرد نکتۂ سنجیدہ بگوش
ہر چہ داری بہ مَی کہنۂ دیرینہ فروش
بادۂ عشق حلالست بہ ہر کس کہ دھند
می خورم بادہ باین خرقہ و سجادہ بدوش

(۳۵۴ الف)

دوسری:

نکتۂ خوش بشنو از در میخانہ بگوش
از زبانِ بُت ترسا بچہ ی بادہ فروش
بادۂ عشق حلالست بر اربابِ شہود
عالم از نشۂ او آمدہ در جوش و خروش

(۱۷۵ الف و تکرار ۳۵۹ الف)

مذکورہ غزلوں میں یقیناًوزیری کے پیش نظر مولانا جامی کا یہ مضمون رہا ہو گا:

دارم از پیر مغان نَقل کہ در دینِ مسیح
بادہ چون نُقل مباح است، زہی نَقلِ صحیح

طرزِ ناہموار

وزیری نے اپنی بعض غزلوں کو ناہموار طرز پر قرار دیا ہے:

وزیری طرز شعر شاعران ہموار می باشد
خنک شعریست کو در طرز نا ہمواری ای دارد

(۲۱۵ الف وتکرار ۳۳۳ الف)

غزلِ تنگ

کچھ غزلیں تنگ زمین اور قافیے میں ہیں اور شاعر نے اس کا اظہار یوں کیا ہے:

وزیری این غزل اندر زمین تنگ می گوید
چو عقل خُردہ دان بشنود از فکرت بہ تحسین شد

(۲۳۳ ب)

در قافیۂ تنگ وزیری غزلی گفت
احسنت سر ذکر بکند مرد سخن دان

(۱۷۷ ب وتکرار ۳۸۹ الف)

وزیری این غزل را در زمین تنگ می گوید
کہ در پایش دلش زنجیر شد زلف سمنایی

(۱۷۸ ب)

چھوٹی بحر کی غزلیں

صرف پانچ شعروں پر مشتمل، مطلع:

ہر کس بمن گدا نشیند
باید کہ ز من سوا نشیند

(۳۱۸ ب)

آٹھ شعروں کی غزل، مطلع:

وصف تو بہر زبان نگنجد
اندر قلم و بیان نگنجد

(۳۲۵ الف)

دس شعروں کی غزل، مطلع:

چہ شیرین زبانی تو اللہ اکبر
چہ شکر دہانی تو اللہ اکبر

(۳۴۷ ب)

غزلوں سے انتخاب

ہم نے یہاں اپنے ذوق کے مطابق وزیری کی چھ غزلوں کا انتخاب کیا ہے۔(۱)

نگارِ من چو ز خوابِ شبانہ برخیزد
ہزار فتنہ بر اہلِ زمانہ برخیزد
بدیدہ خواب ز افسانہ شب ہمی آید
ز دیدہ خواب مرا از فسانہ برخیزد
مگر بآہ شرر بارِ من بشام فراق
چو شمع ھر نفس از وی زبانہ برخیزد
در آستان تو از دست تو چہ داد کنم
کہ خونِ بی گنہان ز آستانہ برخیزد
حجابِ وصلِ تنِ ناتوان بہانہ شد
رسد بہ وصل اگر ، این بہانہ برخیزد
قدم بہ کوی ملامت نہادہ ام ناصح
بگوش خود شنوم گر ترانہ برخیزد
دلم کہ مرغ شب آھنگ شدہ وزیر مگر
ز نالہ اش ہمہ مرغ شبانہ برخیزد

(۳۲۳ ب-۳۲۴ الف)

(۲)

از باد صبح خندهٔ گل در چمن چه بود؟
گل غنچه را به پیش لب او سخن چه بود؟
گر بادِ بوی زلفِ تو در حسنِ سرو بود
خون در درون نافهٔ مشک ختن چه بود؟ گر نیست
قصد بُردن دلهای عاشقان
در حلقه های زلف تو چندین شکن چه بود؟
پروانه گردِ شمع پریدن گرفت، سوخت
مقصود زین پریدن و زین سوختن چه بود؟
دل در خیال آن کمر مو شده خیال
در نیستی بگویی که رمز دهن چه بود؟
برگ گلست گوش ، بنا گوش شبنم است
آبی معلق است بگو آن ذقن چه بود؟
گشتم چنان ضعیف که در زیر پیرهن
آمد اجل بدید که در پیرهن چه بود؟

(ملخصاً ۳۳۱ الف)

(۳)

ارادتیست دلم را به پیر باده فروش
سبو صفت شدم او را غلام حلقه بگوش
بجام باده صراحی حکایتی می گفت
بزیر لب دل من کرده آن حکایت گوش
چه گفت؟ گفت که افسوس از ین جهانِ خراب
که باده بر لب و مستان ز گفتگو خاموش
دلم ز صومعه بگرفت و سوی میکده رفت
نشست یک نفس در دکانِ باده فروش
لباس زهد گرو کرد و جام باده گرفت
که تا ز مستی خود یکدمی شود بی هوش
کشید جام لبالب زدست ساقی جام

شنُود از لب او نعره های نوشانوش
درین غزل همه اسرار باده نوشان گفت
چو یافت فیض وزیری ز پیر باده فروش

(۱۹۶ ب-۱۹۷ الف)

(۴)

خلافِ عقل بُوَد دل درین جهان بستن
بباغ و راغ و گل و سرو بوستان بستن
ازان بزلف تو بستم دلِ رمیدۂ خویش
بپای مرغ بُوَد رسم ریسمان بستن
ہزار وعدہ نمایی، یکی وفا نکنی
تو خود بگویی چسان دل توان بران بستن؟
دکان عشق کہ رختِ محبت است درو
خوششت زادِ سفر رخت ازین دکان بستن
بدرس عشق نباشد زبان قال و مقال
ازان بُوَد روشِ عاشقان زبان بستن
چو شمع سوختم از آتش فراقِ تو من
بہ یکد گر چکنم رشتہ های جان بستن
وزیریا بدرِ دوست از سرِ اخلاص
نشان صدق و سعادت بود میان بستن

(۱۹۴ ب-۱۹۵ الف وتکرار ۳۹۱ الف)(۵)

مندرجہ ذیل غزل کلیات وزیری میں ردیفِ نون میں ''کردن'' ردیف کے ساتھ درج ہوئی ہے(۷) جو عراقی(۸) کی مشہور غزل

نخستین بادہ کاندر جام کردند
ز چشمِ مست ساقی وام کردند

کا تتبع معلوم ہوتی ہے، غزل یہ ہے:

چو آبِ تاک را مَی نام کردن
بہ مَی خواری مرا بدنام کردن
خمار چشم ساقی مستی آورد

بساغر تا مَی گلفام کردن
هزاران مرغ دل شد صید آن دام
بتان از زلف بر رُخ وام کردن
جمالت صبح و زلفت شام تاریک
بهم چون جمع صبح و شام کردن
بُتان را من دعا کردم بظاهر
بزیر لب مرا دشنام کردن
خیالت بُود آرام دلِ من
ندانم از چه بی آرام کردن
خبرداری ز جمشید و زجامش
که او را باده چون در جام کردن
وفا جستند از عالم وزیری
همه مردم مرا خیام کردن

(۲۳۷ الف)

(۶)

زلف توخم بخم شده ، ابرو گره گره
بسیار خوش نماست بُود مو گره گره
مرغوله هاست در خَم گیسوی دَرهمت
چون نافه گشته هم خَم گیسو گره گره
در تارهای زلف تو دیدیم چند گره
بندند رشته مردم جادو گره گره
هر یک گره ز بند قبای تو غنچه است
بند قبای سُرخ به پهلو گره گره
هر حلقه ای ز زلف تو یک نافه ای بُود
در چین فتاده نافه ای آهو گره گره
از بوی خوش دماغ وزیری معطر است
باد صبا رساند بما بو گره گره

(۳۹۳ ب-۳۹۴ الف)

گذشتہ صفحات میں کلیات وزیری سے جو تفصیلات اور جزئیات درج کی گئی ہیں، اگر ہم ان کا خلاصہ چند سطور میں پیش کرنا چاہیں تو یہ ہو گا:

وزیر خان نام، وزیر اور وزیری تخلص کا فارسی گو شاعر جس کا آبائی وطن چین اور نسل تاتار تھی، ٹھیک گیارہویں صدی ہجری کے آغاز میں ہندوستان میں تھا۔ اس نے خمسہ، چار دیوان اور کچھ مختصر مثنویاں اور قصّے لکھے۔ اس کی مختصر مثنویوں، غزلوں، قصیدوں، رباعیوں پر مشتمل کلیات کا ایک نسخہ ہم تک پندرہویں صدی ہجری کے پہلے ربع میں پہنچا ہے۔ باقی کلام (خمسہ، دواوین اربعہ) کا فی الحال سراغ نہیں ملا۔

کیا فارسی ادب کی مدّون تاریخ میں مذکورہ بالا کوائف کا حامل کوئی شاعر ملتا ہے یا مخطوطات کی فہرستوں میں اس کی تصانیف کا ذکر موجود ہے؟ ان کا مختصر جواب ''نہیں'' ہے جو ہمیں متعدد تذکروں، تواریخ ادب اور فہارسِ مخطوطات کی ورق گردانی کے بعد ملا ہے۔ ہمارے پاس فارسی شعرا کے حالات کے منابع پر راہ نمائی کرنے والا اہم ترین مأخذ فرہنگ سخنوران مؤلفہ عبدالرسول خیامپور ہے جو خود متعدد مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تذکروں، تاریخوں کا ماحصل ہے۔ احمد منزوی کی دو تصانیف فہرست نسخہ ھای خطی فارسی اور فہرست مشترک نسخہ ھای خطی فارسی پاکستان فارسی مخطوطات کے بارے میں جامع مآخذ ہیں۔ یہ تینوں کتابیں وزیری اور اس کی تصانیف کے بارے میں خاموش ہیں۔ ہم نے مزید تفحص کرتے ہوئے کچھ اور تذکروں اور کتابیاتی مآخذ کو بھی دیکھا ہے جیسے مذکّرِاحباب (نثاری)، مجمع الشعراء جہانگیرشاہی (قاطعی)، تذکرۃالشعراء (مطربی)، نسخۂ زیبای جہانگیر (مُطربی)؛ مآثررحیمی (نہاوندی)؛ نشتر عشق (حسین قلی عشقی) دانشنامۂ ادب فارسی، جلد اول و سوم (زیر نظر حسن انوشہ)؛ کاروان ہند (گلچین معانی)؛

Mughals in India (Marshall), World Survey of Islamic Manuscripts (ed. Geoffrey Roper), Dictionary of Indo Persian Literature (Nabi Hadi).

ان میں سے کسی ایک میں بھی گیارہویں صدی ہجری کے شاعر وزیری اور اس کی کتابوں کا ذکر نہیں ہوا ہے۔ اس بنا پر ہم نہایت احتیاط کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ وزیری ہمارے لیے ایک نودریافت شاعر ہے اور اس کا موجودہ کلّیاتِ اشعار کا نسخہ منحصر بفرد ہے۔ بے شک ایک فرد کے لیے ممکن نہیں ہے کہ وہ تمام مآخذ و منابع پر نظر رکھ سکے۔ لہذا اگر دوسرے محققین اور صاحبانِ نظر اس سلسلے میں کسی مختلف نتیجے پر پہنچیں تو ہم اُن کی تحقیقات سے نیاز مندی کے ساتھ استفادہ کریں گے۔

حواشی

۱۔ ملاحظہ ہو ''نسخہ نفحات الانس از روز گارِ جامیؔ آیندہ، تہران، سال دہم، شمارہ ۸-۹، ۱۹۸۳ء۔ یہ نسخہ، مصنف کے نسخے سے نقل اور مقابلہ ہوا اور شعبان ۸۸۳ھ میں کتابت ہوا، اس کے حاشیے پر جامی کی تحریر موجود ہے۔ اب گنج بخش اسلام آباد شمارہ ۹۲۶۰ میں ہے۔ نیز ''مجموعۂ لطایف و سفینۂ ظرایف منبعی کہن در شعر فارسی و صنایع ادبی''، معارف، تہران، جلد۱۶، شمارہ ۱، جولائی ۱۹۹۹ء۔ یہ ۸۰۴ھ میں ہندوستان میں مرتّب ہوا اور دانشکدۂ ادبیات کابل یونیورسٹی کا مخطوطہ تھا، اب خلیل الرحمان داودی ، لاہور کے پاس ہے۔

۲۔ اس مضمون کی تیاری کے بعد داودی صاحب ۲۶جنوری ۲۰۰۲ء کو انتقال کر گئے۔ نسخہ ابھی تک اُن کے گھر میں موجود ہے۔

۳۔ نسخے میں یسرب کتابت ہو اہے اور حاشیے میں یثرب کی جگہ بطحا لکھا ہے۔

۴۔ استانلی لین پول، طبقات سلاطین اسلام، فارسی ترجمہ عباس اقبال، تہران، ۱۹۸۴ء، ص ۱۲۱؛ محمد معین، فرہنگ فارسی، تہران، ج۵، مادّہ ''ایلک خانیان''۔

۵۔ اصل میں: ماندی۔

۶۔ شہزادہ مراد ۵ شوال ۱۰۰۷ھ اور شہزادہ دانیال ۱۰۱۲ھ میں فوت ہوا۔ جہانگیر کی ولادت ربیع الاول ۹۷۷ھ میں ہوئی۔

۷۔ اس غزل کا ردیفِ نون میں اندراج صَوتی / ملفوظی املا کا نمونہ ہے، کیوں کہ ''کردند'' کی دال اس بحر / غزل میں پڑھی نہیں جاتی، نہ ہی تقطیع میں آتی ہے۔

۸۔ خود عراقی نے چھٹی صدی ہجری کے اواخر کے شاعر صفی الدین یزدی کی غزل:

چہ در د است این کہ عشقش نام کردند
وزو آشوبِ خاص و عام کردند

کا تتبع کیاہے۔ دیکھیے عوفی، لباب الالباب، طبع سعید نفیسی، تہران، ۱۳۳۵ ش، ص ۳۳۱

تعارف و تبصرہ کتب

کتاب	:	جہاد اور دہشت گردی
مؤلف	:	حافظ مبشر حسین لاہوری
ناشر	:	مبشر اکیڈمی، لاہور
سال اشاعت	:	۲۰۰۳ء
صفحات	:	۴۲۷
قیمت	:	درج نہیں
تبصرہ نگار	:	ڈاکٹر محمد طاہر منصوری ☆

گزشتہ کچھ عرصے سے اسلام اور اُمت مسلمہ کے خلاف مغرب نے ایک بے بنیاد پروپیگنڈہ شروع کر رکھا ہے۔ بنیاد پرستی اور دہشت گردی کے نام سے مسلمانوں کو پوری دنیا میں مطعون کیا جا رہا ہے۔ جہاد کو دہشت گردی کا مترادف قرار دے کر بدنام کیا جا رہا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اسلام کا تصورِ جہاد کیا ہے؟ اس کے مقاصد کیا ہیں؟ وہ دہشت گردی سے کس طرح مختلف ہے؟ دہشت گردی کیا ہے؟ اس کے انسداد کے بارے میں اسلام کیا کہتا ہے؟ اسلامی نقطۂ نظر سے ظلم کا جواب کن حدود میں دیا جا سکتا ہے؟ متعدد مسلمان دانشوروں اور اہل قلم نے ان سوالات کو پچھلے کچھ عرصے میں اپنی گفتگو کا موضوع بنایا ہے اور علمی اور تحقیقی انداز میں ان کا جواب دیا ہے۔ جناب حافظ مبشر حسین لاہوری کی تالیف ''جہاد اور دہشت گردی'' اسی طرح کی محمود و مستحسن کوششوں کے سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اس کتاب میں فاضل مؤلف نے بہت مؤثر انداز میں بنیاد پرستی اور دہشت گردی کی اصطلاحات کی وضاحت کی ہے۔ دہشت گردی سے متعلق مغرب کی پیش کردہ تعریفات کا جائزہ لیتے ہوئے انہوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ ان کا مصداق مسلمان ہرگز نہیں۔ اس کا مصداق امن عالم اور حقوق انسانی کی وہ نام نہاد علمبردار قومیں ہیں جن کے ہاتھ افغانستان اور عراق میں لاکھوں معصوم شہریوں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں۔

☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

اسلام امن و آشتی کا مذہب ہے۔ وہ تخریب کاری، دہشت گردی، قتل و غارت اور فتنہ و فساد کو ناپسند کرتا ہے۔ دہشت گردی اور فتنہ و فساد کو قرآن ''محاربہ'' سے تعبیر کرتا ہے اور اس کے لیے شدید سزا تجویز کرتا ہے۔ یہ اس امر کا اظہار ہے کہ قتل و غارت گری اسلام کی نگاہ میں کس قدر مقبوح اور ناپسندیدہ عمل ہے۔

فاضل مصنف نے جہاد کے فلسفہ اور مقاصد پر بھی کتاب میں فکرانگیز گفتگو کی ہے۔ وہ بتاتے ہیں کہ جہاد دنیا سے ظلم کے خاتمے اور مظلوم و مقہور انسانیت کی مدد و نصرت کے لیے فرض کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں قرآن کا ارشاد ہے:

''بھلا کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں ان بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہ لڑو جو کمزور پا کر دبا لیے گئے ہیں اور فریاد کر رہے ہیں کہ خدایا، ہم کو اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی حامی و مددگار پیدا کر دے'' [النساء: ۷۵]

اس آیت کی رُو سے مسلمانوں کا یہ دینی فریضہ قرار پاتا ہے کہ وہ مظلوم انسانوں کی مدد کریں اور انہیں ظلم وستم کا نشانہ بنانے والے افراد اور گروہوں کے ظلم سے نجات دلائیں۔ عالم اسلام کے دو معروف علماء ڈاکٹر وھبہ زحیلی اور ڈاکٹر یوسف القرضاوی کے مطابق اس آیت کی رُو سے ظلم کا شکار غیرمسلم افراد کی مدد بھی مسلمانوں اور خاص طور پر اسلامی ریاست کی مدد و نصرت کے مستحق ہیں۔ چنانچہ اگر کسی گروہ پر کہیں ظلم ہو رہا ہو اور وہ گروہ اسلامی ریاست سے مدد و نصرت طلب کرے تو اس کی اعانت و دستگیری اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ اس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جہاد اعلیٰ انسانی مقاصد کی تکمیل کے لیے فرض کیا گیا ہے۔

کتاب میں امن و سلامتی کے حوالے سے اسلام کا مؤقف قرآن و سنت کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ ظلم و تشدد، فتنہ و فساد، بدامنی و دہشت گردی، قتل ناحق کے بارے میں متعدد آیات و احادیث نقل کی گئی ہیں جن میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ اسلام امن و امان، اور عدل و انصاف کا علمبردار ہے نہ کہ تشدّد و دہشت گردی کا مبلغ۔

مصنف نے اس امر کی بھی وضاحت کی ہے کہ شہری آبادی کو یرغمال بنا کر مختلف مطالبات پیش کرنا اور عدم تکمیل کی صورت میں انہیں قتل کرنا یا بم دھماکوں کے ذریعے معصوم لوگوں کی جان لینا، واضح طور پر دہشت گردی کی کارروائیاں ہیں جن کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔

فدائی کارروائیوں کے حوالے سے مصنف کا مؤقف یہ ہے کہ ایسی کارروائی جس میں زندہ بچ رہنے کا احتمال موجود ہو، حالت جنگ میں جائز ہے تاہم خودکش حملہ صرف ایسے غیرمعمولی حالات میں ہی جائز ہے جب کہ اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ ہو، نیز اس حملے کا فائدہ بھی یقینی وحتمی ہو۔ ایسی صورت میں خودکش حملہ جائز ہے تاہم اس امر کو یقینی بنایا جائے کہ اس کا نشانہ بے گناہ، معصوم شہری، بچے، عورتیں اور بوڑھے وغیرہ نہ بنیں۔

کتاب میں دہشت گردی، بنیاد پرستی اور جہاد کے حوالے سے چند بہت ہی وقیع اور فکرانگیز مقالات شامل کیے گئے ہیں۔ ایک مقالہ جناب مولانا زاہدالراشدی کا ہے جو ماہنامہ ''الشریعۃ'' سے ماخوذ ہے۔ اس میں مولانا زاہد الراشدی صاحب نے یہ وضاحت کی ہے کہ حملہ آور قوت کے خلاف اپنی آزادی اور خود مختاری کے لیے ہتھیار اٹھانا شرعاً جائز ہے تاہم غیر متعلقہ لوگوں کو نشانہ بنانے اور بے گناہ لوگوں کا خون بہانے کی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں۔ ایک اور بہت ہی فکرانگیز مقالہ ڈاکٹر کوکب نورانی اوکاڑوی کا ہے جس میں دہشت گردی کے حوالے سے مشہور معاصر دانشوروں اور اہل قلم کی تحریروں کے اقتباسات نقل کیے گئے ہیں۔

دو اور بہت ہی اچھے مقالے ''بنیاد پرست--- بنیاد پرستی: طعنہ یا تمغہ'' اور ''جہاد کا مفہوم اور دورِ حاضر میں اس کے تقاضے'' ہیں۔ مؤخرالذکر مقالہ مولانا زاہد الراشدی کا تحریر کردہ ہے جو ماہنامہ ''محدث'' سے ماخوذ ہے۔

مصنف نے امریکہ کی دنیا میں دہشت گردی، دنیا پر قبضے کے یہودی عزائم اور عالمی بالادستی کے ہندوانہ عزائم و نظریات پر بھی بہت تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

مجموعی طور پر جہاد اور دہشت گردی کے موضوع پر یہ بہت اہم کتاب ہے، جس میں جہاد و دہشت گردی کے درمیان فرق کو علمی انداز میں نمایاں کیا گیا ہے۔ اسلامی جہاد کے مقاصد اور آداب و ضوابط پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ''جہاد اور دہشت گردی'' جہاد کے بارے میں مغربی دانشوروں کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں اور شبہات کو بہت مؤثر انداز میں رفع کرتی ہے۔ یہ بلاشبہ انتہائی قابل تحسین کوشش ہے جس کے لیے حافظ مبشر حسین لاہوری صاحب بجا طور پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔